Attribution-NonCommercial 4.0 International (CC BY-NC 4.0)
DOI No. doi.org/10.57156/bazyaft4115535

# ڈاکٹر آنیماری شمل اور مسلم معاشرت

ڈاکٹر سہیل ممتاز خان☆

**ABSTRACT:**

In this Article, an effort was made to get a good understanding about Schimmel's books, in the very context of Metaphysics, Mysticism, Culture, History and of Fine Arts. Much of these books are byproduct of Schimmel's lectures which she gave in different universities and in institutions, world over. She was a dedicated Western Scholar and had an extended repute both in East and West. Her books are profoundly contained diversified or versatile topics related to Muslim living, irrespective of Muslim sect or dogmatic differences. She presented Islam a true faith and gave an impressive look of it to its western readers. For this, she particularly focused Mysticism and Fine Arts. In fact, she produced a great canvass of Islam and did her best to draw a good look of it in different socio-cultural perspectives. Her academic attire for the Prophet of Islam (pbuh) is another distinction to be valued. We should admit that this was Muslim Mysticism which engraved her ideas from childhood to her old age and she led a life, more or less, under the very shadow of Sufi Path.

**Key words:** Dr. Annemarie Schimmel, Metaphysics, Mysticism, Culture, History, Fine Arts, Western Scholar, East and West, Muslim living, Islam, western readers, socio-cultural perspectives, Prophet of Islam (pbuh), Sufi Path

☆ شعبہ اردو گورنمنٹ کالج آف سائنس وحدت روڈ، لاہور

اس مقالہ میں شمل کی اہم متفرق کتب کا اجمالاً جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔ اس سے نہ صرف کتب کا تعارف ممکن ہو گا بلکہ ان میں موجود مواد سے بھی خاطر خواہ استفادے کا موقع حاصل ہو گا۔ اس بابت یہ احتیاط ملحوظ ہے کہ صرف وہ کتب جزوی طور پر مبحث کے دائرہ میں لائی جائیں جو شمل کی شناخت کا معتبر حوالہ ہیں۔

شمل کی بیشتر کتب ان کے وہ لیکچرز ہیں جو اُنھوں نے وقتاً فوقتاً دنیائے اسلام اور مغرب میں خصوصی دعوت یا بلانے پر دیے۔ تعارفِ کتب میں فکری و معنوی ترتیب کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے اور یہ اہتمام بھی ہے کہ کتب کے اہم مندرجات یا نکات نمایاں ہوں تاکہ شمل کی علمی صلاحیتوں کا ایک مرقع کسی قدر مرتب ہو۔ یہ کتب مسلم الٰہیات، تصوف، تہذیب و معاشرت، ادب، فنونِ لطیفہ اور تاریخ سے متعلق ہیں۔ چند کتابیں تراجم سے متعلق ہیں اور معدودے چند مولانا رومؒ کی شخصیت اور فکر کا احاطہ کرتی ہیں۔ یہ کتابیں اپنے موضوع، متن اور پیش کردہ مواد کے سبب خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔ ان کے مصادر و منابع اور ان میں موجود معلومات، سیر حاصل نقد اور تحقیق کو سزاوار ہیں۔ ان کتب کو کسی ایک ضابطے یا فکری قرینہ میں رکھ کر پرکھنا آسان نہیں۔ ان کے مطالعات منفرد، جدا اور متنوع ہیں۔ کسی ایک محقق یا ناقد کے لیے ان تمام کتب پر مبحث پیش کرنا قریباً ناممکنات میں سے ہے۔ ایک ناقد کے لیے بیک وقت عربی، فارسی، اردو، سندھی اور انگریزی و جرمن ادب کے علاوہ مسلم تہذیب و ثقافت، اسلامی تاریخ، قرآن و حدیث اور فنونِ لطیفہ پر مکمل گرفت کارِ دشوار ہے۔ شمل کا علمی و فکری مطالعہ کسی ایک عہد، جغرافیہ، قوم یا معاشرت سے جڑا ہوا نہیں۔ وہ ایک ایسی مستشرقہ ہیں جن کے ہاں ولیم جونز کی سی تحقیقی تکثیریت نظر آتی ہے۔ اسلام، تصوف اور مسلم ادب و ثقافت جو ان کا موضوعِ خاص ہے کسی ایک خطے، مقام، علاقے یا مسلک میں محدود نہیں۔ انھوں نے اسلام کو مجموعی طور پر جاننے، سمجھنے اور متعارف کرانے کی جستجو کی، اور اسے ایک زندہ مذہب کے طور پر شناخت کیا جو کسی ایک علاقہ یا مقام کی تحدید میں زارو زبوں نہیں بلکہ اس کا آفاقی پیغام، کرہ ارض کے طول و عرض کو جالیتا ہے اور نہ ہی کسی ایک فرقہ یا مسلک سے اس کی آبیاری ممکن ہے؛ شاید یہی سبب ہے کہ وہ اسلام کی مختلف جہات اور سمتوں کے تعین میں فراخی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی سوچ کو حدِّ تعین سے ماورا، رکھتی ہیں۔ غرض اسلام کو اس کی جامعیت اور مختلف جہتوں سے جاننے کی سعی میں ان کا مطالعہ اور تدبر کئی جغرافیوں کو یکجا کر دیتا ہے، خاص طور سے مشرق کو مغرب سے جوڑنے میں جو مہارت انھوں نے پیش کی، اُس کی نظیر تلاش کرنا اتنا آسان نہیں۔

شمل کی وہ پہلی کتاب جو اقوامِ عالم سے دادِ تحسین سمیٹتی ہے وہ Mystical Dimensions of Islam ہے۔ جو پہلی بار ۱۹۷۵ء میں یونیورسٹی آف نارتھ کیرولائنا سے شائع ہوئی۔ راقم کے پیشِ نظر جو ایڈیشن رہا

وہ سنگِ میل پبلی کیشنز سے ۲۰۰۳ء کو شائع ہوا۔ قریباً آٹھ ابواب پر مشتمل یہ متصوفانہ بیانیہ ہر جہت سے جامع و کامل نظر آتا ہے تاہم شمل کو اپنی نارسائی کا اعتراف ہے:

> "Thus to set out and delineate some main features of Sufism, both historically and phenomenologically, will yield no result that satisfies everybody: it is easy to overlook certain aspects and give much weight to others. The amount of oriental and occidental literature existent in print and in manuscript is beyond counting, so that even from this viewpoint a full account is not to be achieved."[۱]

تاہم جس بہتر انداز پر انھوں نے یہ مطالعہ پیش کیا وہ ان کی شناخت کا معتبر حوالہ ہے۔ کتاب کے دیباچہ میں شمل خصوصی طور پر اپنی والدہ کا شکریہ ادا کرتی ہیں جو مسودے کی تکمیل میں مسلسل ان کی ڈھارس بندھاتی رہیں۔ یہ کتاب کلاسیکی تصوف اور اس کے تشکیلی دور، نویں صدی عیسوی کی اہم شخصیات، منصور حلاجؒ، امام غزالیؒ اور تصوف کے مختلف مدارج و مراتب، موضوعاتِ عشق و فنا، طُرقِ عبادت، صوفی نفسیات، معاملاتِ خیر و شر اور ابلیس، صوفیانہ کرامات اور تعظیمِ نبی ﷺ ایسے موضوعات کا احاطہ کرتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی تعظیم سے متعلق کتاب کے بابِ چہارم میں ذیلی سرخی تلے جو عنوان موجود ہے وہ بعد میں باقاعدہ ایک اہم تصنیف کی صورت مرتب ہو کر سیرت نبویؐ کے باب میں ایک اہم اضافہ کی اساس بنتا ہے۔ ہماری مراد

*AND MUHAMMAD IS HIS MESSANGER-THE VENERATION OF THE PROPHET IN ISLAMIC PIETY*

ہے جو اپنے منفرد موضوعات کے سبب قاری کو متاثر کرتی ہے؛ مزید براں بحیثیت قوم مسلمانوں کا طرزِ زیست اور صوفیا کرام کے مختلف سلسلوں کی بابت اہم صراحتیں موجود ہیں۔ ابو سعید ابوالخیرؒ، حضرت سہروردی مقتولؒ، حضرت ابنِ عربیؒ، ابن الفریدؒ، وحدت الوجودی مباحث، ترکی و فارس کی صوفیانہ شاعری، لافانی گلاب، پرندوں کی زیارت، حضرت سنائیؒ، عطارؒ، رومیؒ، انڈو پاکستان میں تصوف کا کلاسیکی عہد، نقش بندی مزاحمت، میر دردؔ بحیثیت مخلص محمدیؐ ایسے متفرق موضوعات ہیں جن میں ایک باہمی فکری ربط موجود ہے اور یہ کتاب کی وقعت میں اضافہ کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ میر دردؔ اور شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ، ان دونوں بزرگ ہستیوں کی بابت ایک جدا کتاب بعنوان 'دردؔ اور شکوہ' شمل پیش کر چکی ہیں۔ ان کے علاوہ علاقائی زبانوں یعنی سندھی، پنجابی اور پشتو میں صوفیانہ شاعری اور اس میں موجود علامتی رموز اور نسائیت کی بابت اہم گفتگو دستیاب ہے۔ غرض اپنے شش جہتی موضوع کے حوالہ سے یہ

کتاب ادبیاتِ عالم کا اہم ورثہ قرار پاتی ہے۔ اس کتاب میں آیاتِ قرآنی کی پیش کش اور ان سے تخریج کے متعدد اہم پیرائے دیکھے جاسکتے ہیں۔ شمل جس سہولت سے آیات کو اپنی تحریر میں سمیٹتی ہیں اُس سے اِن کے قرآنی تبحر کا اندازہ بہ سہولت ہوتا ہے:

"They read that God is closer to man than his Jugular vein (Sura 50:16) and is, at the same time, the lord and Creator of the Universe, immanent and transcendent. 'The sights do not reach him'. (Sura 6: 103), but, 'withsoever ye turn there is the Face of God' (Sura 2: 109). God has 'put signs into nature and into the human soul' (Sura 51: 21), and it is necessary to see and to understand them."[2]

اس طرح شمل ایک ایسی صورتحال کی وضاحت کرتی ہیں جو اقبالؔ کے یورپ میں قیام کے دوران پیدا ہوئی؛ یعنی اقبالؔ کے ہاں چند ایسے اشکال جنم لے رہے تھے جو صراحت کا اقتضار کھتے تھے۔ اپنے پی۔ ایچ۔ ڈی مقالہ، ایران میں فلسفہ مابعد الطبیعیات کے ارتقا کی تسوید کے لیے وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ قرآنِ مجید کی وہ کون سی آیات ہیں جو صریحاً تصوف سے متعلق ہیں اور مسئلہ وحدت الوجود کی مؤید ہیں ؟ تاریخی اعتبار سے اسلام اور تصوف کے باہمی تعلق کی نوعیت اور نبی اکرم ﷺ کا حضرت علیؓ کو خصوصی تعلیم دینے کی بابت وہ منقولی اور مفصل جواب چاہتے تھے۔ خواجہ حسن نظامی کو یہ استفسارات، خط کی صورت ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو بھیجے گئے اور اس میں یہ استدعا شامل تھی کہ شاہ سلیمان پھولواری صاحب سے بھی صلاح لی جائے۔ غرض شمل نے ان امور کی وضاحت مذکورہ کتاب میں کی اور یہ واضح ہے کہ خواجہ حسن نظامی کے جواب سے اقبالؔ کچھ زیادہ مطمئن نہ ہوئے۔ شمل نے مخفی دانائی کا خاندانِ رسالتمآب ﷺ میں فروغ اور صوفیا کا ان سے مستفید ہونا اور استنباط کرنے کی بابت کچھ یوں گفتگو کی:

"According to the tradition, esoteric wisdom was transmitted from Muhammad to his Cousin and son-in-law 'Ali ibn Abi Talib, the fourth of the righteous caliphs (d.661). Other members of His family and His friends, according to legend, were endowed with mystical insight or pursued mystical practices. The traditions (hadith) that go back to the Prophet, or at least attributed to him, served the Sufis when they elaborated their own definitions of the various stages and states."[3]

مغرب میں نبی اکرم ﷺ کی بابت صدیوں تک فروغ پاتی مذموم تحریک کے آثار نمایاں کرتے ہوئے شمل تصوف کے ابتدائی خراسانی صوفیا یعنی حضرت شقیق البلخیؒ(م۔۸۰۹ء)، آپؒ کے مرید حضرت حاتم العاصمؒ(م۔۸۵۱ء) اور ان کے شاگرد ابوتراب النخشبیؒ(م۔۸۵۹ء) کا حوالہ دیتے ہوئے حضرت رابعہ بصریؒ کا خصوصی تعارف پیش کرتی ہیں؛ علاوہ ازیں حضرت امام جعفر صادقؑ اور قرآنِ حکیم کی بابت بہت سے لطیف نکات سامنے لاتی ہیں:

> "Jafar discerned the four different aspects of the Koran: expression, for the common people; allusion, for the privileged or elite; touches of grace (lata if), for the Saints; and finally the "realities" for the Prophets…..as Jafar's modern interpreter states, "the language of experience becomes the language of love." That means that before the time of Rabia the first steps were taken in the direction of authentic love mysticism. The definition of divine love as given by Jafar, and often repeated by later mystics, is this: "a divine fire that devours man completely."[4]

متصوفانہ تقابل میں شمل جرمن الٰہیاتی مفسر رودولف اوٹو(Rudolf Otto) اور حضرت ذوالنونؒ کے افکار پیش کرتی ہیں۔

رودولف اوٹو اپنے تصورِ تطہیر کے حوالہ سے خاص شہرہ رکھتے ہیں۔ ان کی بابت گفتگو کرتے ہوئے حضرت ذوالنونؒ کے تصور جلال(Tremendum) اور جمال(Fascinans) کی لطیف پیرایوں میں گرہ کشائی کرتی ہیں۔ اسی طرح معروف صوفی بزرگ حضرت یحیٰؒ کے وسیلہ سے وصل کی حالتِ ارفع پیش کرتی ہیں جو صدیوں سے صوفیا اور ان کے معتقدین کے لیے ذاتِ برحق سے اتصال کی منفرد صورتِ واقعہ ہے اور جو ادب میں آج بھی ایک صوفی ایقان کی نظیر رکھتی ہے؛ یہی سبب ہے کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں کے رحلت فرما جانے پر ہم انتقال یا وفات ایسے الفاظ استعمال نہیں کرتے بلکہ وصال کا لفظ برتتے ہیں اور ہر سال، عرس کے موقع پر یومِ وصال کا عددی شمار ہوتا ہے۔

صوفیانہ تعلیم کے ضمن میں شمل صیغۂ واحد کے استعمال پر جو مروج تفہیم پیش کرتی ہیں اس کے مطابق یہ اختیار صرف ذاتِ حق کو حاصل ہے، کوئی دوسرا، اس بلند مرتبہ گفتار کا اہل نہیں ہو سکتا۔ یہ اندازِ تکلم، ذاتِ حق کے سوا اور کسی کے شایاں بھی نہیں۔ صوفیانہ افکار کے تقابل میں شمل کہیں کہیں عصبیت کا شکار ہوتی ہیں:

"Nuri's description of the seven citadels, surrounded by seven ramparts and a wall, as God has built them in the heart, is somewhat reminiscent of St. Theresa's Interior Castle, though the Baghdad Sufi does not reach the psychological depths of the great Carmelite nun."[5]

معروف ہسپانوی کیتھولک صوفیہ ٹیریسا(Teresa of Avila) کی فکری و سرّی عظمت بجا لیکن یک جنبشِ قلم سے یہ کہہ دینا کہ وہ بغداد کے ایک بلند مرتبہ صوفی پر تفضل رکھتی تھیں، مناسب نقد نہیں۔

منصور حلاجؒ جو شمل کی پسندیدہ ترین شخصیات میں سے ایک ہیں یہاں بھی خصوصی توجہ کا مرکز بنتے ہیں ۔ شمل کی یہ کوشش ہمیشہ رہی کہ وہ اپنے ممدوح کا تعارف بھرپور اور خوبصورت انداز پر کرائے؛ اور ان غلط فہمیوں پر سے پردہ اٹھے جو ممدوح کی شخصیت کو دھندلاتے ہیں۔ شمل نے یہ بھی نمایاں کیا کہ حلاجؒ کو شہید کرنے کا سبب ان کا اناالحق کہنا نہ تھا بلکہ اس کے پس پردہ مخصوص سیاسی و معاشی عوامل تھے جو ان کی شہادت پر منتج ہوئے۔ شمل کی جانب سے یہ صراحت بھی موجود ہے کہ حلاجؒ کے افکار، وحدت الوجودی اثرات سے عاری تھے اور انھیں بے جا، ان خیالات و تصورات کا مؤید و موسس قرار دیا جاتا ہے۔ غرض گفتگو شمع و پروانہ کی ہو یا گوئٹے کا حلاجؒ سے موازنہ یا پھر نبی اکرم ﷺ کی تعظیم و تقدس کا ذکر ہو، شمل نے ان تمام مراحلِ فکر میں اپنی تحقیقی انفرادیت کا ثبوت بہم پہنچایا:

"If there is any doubt as to whether Hallaj was a faithful Muslim, one need only read his description of Muhammad in the 'Tasin as-siraj' of the Kitab at-tawasin. These short, rhyming sentences achieve new heights in the veneration of the Prophet: All the lights of the Prophets proceeded from his light; he was before all, his name the first in the book of Fate; he was known before all things, all being, and will endure after the end of all. By his guidance have all eyes attained to sight…..All knowledge is merely a drop, all wisdom merely a handful from his stream, all time merely an hour from his life….."[6]

صوفیا کرام کی بابت بعض اہم نکات کی تسہیل میں شمل کی نکتہ آفرینی قاری کو بے حد محظوظ کرتی ہے۔ مثلاً حضرت ابو بکر شبلیؒ کے حوالہ سے وہ یہ بتاتی ہیں کہ انھوں نے ایک شخص کو اپنے محبوب کے گزر جانے پر روتا دیکھا تو کہا' او احمق! تو اسے پیار ہی کیوں کرتا ہے جسے بالآخر مرنا ہے۔'[7]

شمل نے حضرت نفاریؒ کے وسیلہ سے بندے اور خدا کے مابین ہونے والی گفتگو کو مبحث کا حصہ بنایا کہ کیسے ایک فرد ذاتِ حق سے مکالمہ کرتے ہوئے معتمد علیہ بن جاتا ہے اور پھر اسی نوع کا بیان حضرت خواجہ میر دردؔ کی معروف کتاب' علم الکتاب' میں تلاش کرتی ہیں؛ علاوہ ازیں شمل، نفاریؒ کی بابت، حرف میں مخفی جوہر کی توضیح کرتی ہیں اور اس دور کی بابت توجہ مبذول کراتی ہیں جب مسلم بنیاد پرستی حروف کے استعمال کے ضمن میں محتاط رویہ اپنائے ہوئے تھی، اور اسے انتہائی پیچیدہ، دانشورانہ معاملہ بنا دیا تھا، یعنی الفاظ کی لغوی حیثیت کو ایک ایسا مقام عطا کر دیا تھا جس سے خدائے بزرگ و برتر کی پیش کردہ ہدایت کی تفہیم میں اشکال پیدا ہو رہے تھے۔ نفاریؒ نے اسے کمال خوبصورتی سے حجاب المعارفہ کہا؛ ایک ایسا پردہ، جو مانندِ دیوار، بندہ و خالق کے مابین موجود ہو۔ گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے شمل دعا کے ضمن میں اسلامی و عیسوی عقائد کا موازنہ کرتی ہیں اور ملامتی صوفیا کی بابت ابتدائے عیسائیت میں موجود آثار کی نشاندہی کرتی ہیں۔ اس مخصوص تناظر میں فقہا اور صوفیائے کرام کا موازنہ کچھ یوں پیش ہوا ہے:

> "Ghazzali wrote: 'Those who are so learned about rare forms of divorce can tell you nothing about the simpler things of the spiritual life, such as the meaning of sincerity towards God or trust in Him."[8]

شمل، سیرتِ رسول ﷺ پر ایک انتہائی منفرد اور اہم کتاب بعنوان *AND MUHAMMAD IS HIS MESSENGER- The veneration of the Prophet in Islamic piety* پیش کر چکی ہیں۔ جرمن زبان میں یہ کتاب بعنوان *Und Muhammad ist Sein Prophet: die verehrung des Propheten in der Islamischen Frommigkeit* پہلی بار 1981ء میں شائع ہوئی جو شمل کی کتاب *MYSTICAL DIMENTIONS OF ISLAM* کے باب چہارم کا جز چہارم ہے۔ یہ صفحہ ۲۱۳ سے ۲۲۷ کو محیط ہے۔ شمل، نبی اکرم ﷺ سے والہانہ عقیدت و انسیت رکھتی ہیں اور ایڈورڈ سعید کی طرح مغرب میں پائی جانے والی اسلام بیزاری اور داعیٔ اسلام سے بے وجہ عناد کو خاص طور سے نمایاں کرتی ہیں؛ اور ایسا آرتھر۔ جے

۔ آربری کے مترجم قرآن کے دیباچہ میں بھی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے جس میں وہ قرآن کے فرانسیسی مترجم آندرے دور یئر (ANDRE DU RYER) کا خاص طور سے ذکر کرتے ہیں جن کے ترجمہ میں جہاں متعدد اسقام ہیں وہیں ان کا تعصب اور اسلام بیزاری کا رویہ بھی بھرپور انداز میں سامنے آتا ہے۔ یہ ترجمہ ۱۶۴۷ء میں کیا گیا البتہ قرآنِ حکیم کا پہلا باقاعدہ ترجمہ آربری کے مطابق Retenensis نے ۱۱۴۳ء میں کیا۔ یہ کتاب دراصل ایسی ہی غلط فہمیوں اور بہتانوں کا ازالہ و تدارک ہے؛ یعنی مغرب میں اسلام کی بابت جو منفی رائے صدیوں سے پنپتی رہی، اس پر ایک روک لگائی جائے۔ شمل سیرتِ رسولؐ پر بہت سی اہم کتب میں سے تین اہم مصادر کی جانب ہماری توجہ مبذول کراتی ہیں:

> "An important introduction is Muhammad Hamidullah's Le Prophete d' Islam, which, based on his lifelong penetrating studies into the original Arabic sources and his deep personal piety, depicts the life of the Prophet as it appears to a devout Muslim who has received his academic training mostly in Western universities. Similarly, Emel Esin's beautiful book Mecca the Blessed, Medinah the Radiant contains a fine account of the feeling of a highly cultured modern Turkish lady at the threshold of the Rauda (mausoleum) of the Prophet in Medina. Martin Ling's Muhammad, a life of the Prophet as depicted in the oldest sources, is an excellent introduction to the subject and very well written. These are only three typical examples from a large number of publications."[۹]

شمل نے یہ دکھانے کی کوشش کی کہ مستشرقین کے ہاں آپؐ کی ذاتِ گرامی کی بابت تنوع موجود ہے۔ کسی کے ہاں نبی اکرمؐ کی ہستی ایک مثالی وجود رکھتی ہے تو کوئی انھیں محض ایک عام انسان کے حوالہ سے جاننے کی جستجو کرتا ہے۔ معروف سوئس مستشرق تور آندرے جن کی کتاب Die person Muhammads in lehre und glaube seiner Gemeinde (1918) شمل کے نزدیک ایک بے مثل اور تحسین کی اہل کاوش ہے جس سے بانیٔ اسلام کا مثبت، تعمیری شخصی پہلو سامنے آتا ہے۔ شمل اس کتاب کو متعدد مواقعوں پر بطور حوالہ کے پیش کر چکی ہیں تاہم وہ اس تأسف کا بھی اظہار کرتی ہیں کہ سیرتؐ پر کام کرنے والے بھی تور آندرے کی

اس مساعیٔ خاص سے نابلد ہیں اور ان کا ذکر معدوم ہے۔ تقابلی مطالعہ میں جرمن اسکالر میکس ہارٹن ( Max Horten) بھی سامنے آتے ہیں جنھوں نے اپنی کتاب Die religiose Vorstellungswelt des Volkes im Islam میں جو خیالات پیش کیے وہ شانِ رسالتؐ کے منافی ہیں اور یوں بھی اسلام کی بابت ان کا مجموعی کام مسلم بیزاری لیے ہوئے ہے۔ مسلم تصوف کو وہ حقیقی نہیں جانتا بلکہ ہندوستان کو اس کا مرکز سمجھتا ہے؛ قریباً نصف صدی بعد یعنی ۱۹۶۴ء میں ہرمن اسیٹک لیکا(Hermann Stieglecker) نے نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس کو الٰہیاتی تناظر میں جانچنے کی خوبصورت کوشش کی۔ شمل سیرتؐ نگاری کے ضمن میں انگریزی زبان کے اہم اور بہتر کام کے متعدد حوالے دیتے ہوئے کونسٹانس ای۔ پیڈوک(Constance E. Padwick) کی کتاب(1960) Muslim Devotions کے بارے میں کچھ یوں گویا ہیں:

> "Among works in English, Constance E. Padwick……leads the reader into the very heart of Muslim piety, namely the life of prayer, in which the Prophet Muhammad occupies a truly sublime position. This book on Muslim religious life is equally knowledgeable and lovable and contains abundant material about the veneration of the Prophet, culled from the prayer books and devotional literature of the entire Islamic world. It is, to my feeling, the best introduction to the topic."-10

ان کے علاوہ شمل آرتھر جیفری(Arthur Jeffery) کی کاوشوں کو بھی سراہتی ہیں۔ ان کی کتاب Reader on Islam عربی متون سے فیض اٹھاتی ہے۔

موضوعِ بحث کتاب کے باب ہفتم ' نورِ محمدؐ اور صوفیانہ روایت' میں شانِ رسالتؐ، اسرارِ آغازِ کائنات، نورِ محمدیؐ کی تعبیر، مسلم فکر میں نبی پاکؐ کا خلق ہونا اور خاص طور سے آپؐ کی بابت احسن الخالقین کا عقیدہ ان تمام امور کی گرہ کشائی میں شمل اپنا تفحص بے دریغ پیش کرتی ہیں اور احادیث کی روشنی میں عقائد کی تسہیل کرتی ہیں۔ اس ضمن میں تین احادیث خاص طور سے سامنے آتی ہیں جنھیں شمل متعدد مواقعوں پر بطور حوالہ کے رقم کر چکی ہیں اور جن کا متصوفانہ مقام ہمیشہ شاداب رہا ہے۔ صوفی شاعری اور تفحصات میں یہ تواتر سے پیش کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث کا تعلق ابتدائے نبوتؐ سے ہے جو جامع ترمذی میں کچھ یوں رقم ہے:

> "حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ صحابہؓ کرام (رضی اللہ عنھم) نے عرض کی یارسولؐ اللہ! آپؐ پر نبوت کب واجب ہوئی؟ فرمایا جب آدمؑ روح اور جسم کے درمیان تھے۔"-۱۱

دوسری حدیث باعثِ تخلیقِ کائنات کے پس منظر میں پیش کی جاتی ہے:

> "اے محبوب! اگر آپ کو نہ بنانا ہوتا تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔"-۱۲

اس حدیثِ مبارکہ کا عربی متن لولاک لما خلقت الدنیا کی صورت پیش کیا جاتا ہے۔

تیسری حدیث جسے حدیثِ گنجِ پنہاں بھی کہا جاتا ہے کا بیان کچھ یوں ہے:

كُنْتُ كَنزا مَخفّيا فَاَحبَبْتَ اَن اُعْرَف فَخَلَقْتُ الخلَقَ لِاعرَف» یعنی: پروردگارا! برای چه مخلوقات را آفریدی؟ خدای تعالی فرمود: گنجی پنہاں بودم، دوست داشتم کہ شناختہ شوم، پس خلق را آفریدم تامرابشناسند"[۱۳]

یہ تینوں احادیث صوفیانہ عقائد میں مرکزی حیثیت رکھتی ہیں۔ شمل نے بڑی مہارت سے ان سرّی، متصوفانہ رموز کی عقدہ کشائی کی ہے:

> "Numerous hadith are now quoted to show that He was indeed the meaning and end of creation. In one he states: 'I was a Prophet while Adam was still between water and clay,' that is, uncreated. The Prophet is also reported to have said, 'The first thing that God created was my spirit'; but one finds conflicting statements such as 'The first thing that God created was the Pen' (which is 'identical with the Muhammadan Spirit') or 'the Intellect.' Najm Razi skillfully combines all three seemingly contradictory hadith by interpreting all of them as pertaining to the Prophet: 'When God Almighty created the Muhammadan Spirit and looked upon it with the gaze of affection, shame overcome it, and caused it to split in two'-one half of the Pen of God became the spirit of the Prophet, the other half the intelligence of the Prophet."[14]

شمل نے شانِ رسالت ؐکو ہمیشہ بہترین انداز پر بیان کیا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے اک گونہ انسیت رکھتی تھیں اور ان کی یہ شدید خواہش رہی کہ وہ درِ نبیؐ پر حاضری دیں لیکن مذہبی افتراق کے باعث ایسا ممکن نہ ہو سکا؛ اس پر وہ رنجیدہ رہیں اور اپنی خود نوشت میں اس کا اظہار بھی کیا۔ زیرِ مبحث کتاب نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی کے بہت سے اہم پہلو آشکار کرتی ہے اور اہلِ مغرب کو داعیٔ اسلام سے بہتر انداز پر متعارف کرانے میں معاون ہے۔

الٰہیاتی موضوع پر شمل کی ایک اہم کتاب Deciphering the Signs of God- A Phenomenological Approach to Islam دستیاب ہے جو اسلام کے مظہراتی پہلو نمایاں کرنے کی ایک بھر پور کاوش ہے۔ ادارہ ورلڈ کیٹ (worldcat.org) میں موجود حوالہ جات کے مطابق یہ کتاب پہلی بار، انگریزی میں البانی نیویارک (Albany New York) سے ۱۹۹۴ء میں شائع ہوئی ۔ راقم کو دستیاب کتاب، ۲۰۰۶ء میں سنگِ میل پبلی کیشنز، پاکستان سے شائع ہوئی۔

یہ کتاب فطرت اور تہذیب کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے تصور زمان و مکاں کی الٰہیاتی نسبت، سماوی متن، فرد اور معاشرہ، خالق اور مخلوق، عقیدۂ آخرت اور اسلام کی تسہیل و تفہیم ایسے موضوعات کا احاطہ کرتی ہے۔ ایک مستشرق کے لیے مسلم الٰہیات اور علم الکلام ایسے موضوعات پر گفتگو کرنا سہل نہیں۔ اس کے لیے جامع تہذیبی و ثقافتی عرفان، متعلقہ زبان و ادب پر دسترس، فلسفہ، مابعد الطبیعیات، علم البشر اور تاریخ پر ایک مضبوط گرفت ناگزیر ہے، اور شمل اس ضمن میں خوش قسمت ہیں کہ انھیں ارنسٹ کوہنل (ERNST KUHNEL)، رچرڈ ہاٹ مان (RICHARD HARTMANN)، ہائین غش شیڈر ( HEINRICH SCHADER)، فرانز کینل (FRANZ KUHNEL) اور آنیماری ووں گیبیاں ( ANNEMARIE VON GABIAN) ایسی نابغۂ روز گار شخصیات کی رہنمائی حاصل رہی۔ اس سبب شمل کو وسعتِ فکر کی ارزانی ہوئی اور مسلم الٰہیات، تقابلِ ادیان، تاریخ اور اسلام کی مظہراتی تفہیم میں آسانی و آسودگی میسر رہی۔ ان کی دیگر کتب کی مانند یہ کتاب بھی شمل کے دیے گئے لیکچروں کا حاصل ہے۔ اس بابت شمل کچھ یوں رقم طراز ہیں:

> "To deliver the Gifford Lectures is a great honour and privilege for any scholar working in the general field of 'religion', and I am deeply grateful to the Trustees of the Gifford Lectures for having invited me to speak in Edinburgh in the spring of 1992-an experience which I thoroughly enjoyed."[۱۵]

یہ لیکچرز فید غش ہائیلے کو معنون ہوئے۔ شمل اس کتاب میں مختلف نکات سجھاتے ہوئے اس امر پر زور دیتی ہیں کہ مذہب کا مطالعہ کس نہج پر ہونا چاہیے؟ مذہب کا معروضی تجزیہ کس طرح ممکن ہے؟ اور اہلِ مغرب کے ہاں اسلام کی بابت اسقام کی نوعیت اور محاضرات کیا ہیں؟ وہ سمجھتی ہیں کہ زبان کا ادھورا علم اور از کارِ رفتہ تراجم وہ بنیادی اسباب ہیں جو ہمیشہ سے اسلام کی درست تفہیم و تشخیص میں سدِ راہ ہوئے۔ ایڈورڈ سعید نے بڑی صراحت سے اپنی کتاب Orientalism میں ان جملہ امور کی نشاندہی کی ہے۔ شمل مظہریت کو تصوف سے ہم آہنگ جانتی ہیں

اور اسلام کے مسلمہ اصولوں کی تعبیر میں اس کی حیثیت مقدم سمجھتی ہیں۔ شمل کی جانب سے اس انتہائی منفرد کتاب کو تحریر کرنے کا پس منظر کچھ یوں سامنے آتا ہے:

> "Nevertheless, I believe that the Phenomenological approach is well suited to a better understanding of Islam, especially the model which Friedrich Heiler developed in his comprehensive study Erscheinungsformen und Wesen der Religion (Stuttgrat 1961), oh whose structure I have modelled this book. For he tries to enter into the heart of religion by studying first the Phenomena and then deeper and deeper lyres of human responses to the Divine until he reaches the innermost sacred core of each religion, the centre, the Numinous, the deus absconditus."[16]

شمل کتاب میں نکات کی خوبصورت تفہیم میں بزبانِ مولانا رومؒ خدائے واحد کی بابت یہ کہتی ہیں کہ وہ ہستی جنت میں لگے سیب کے درختوں کی خوشبو کی مانند ہے۔ نشانات کی تکثیریت، خدائے واحد کو مخفی رکھنے کے لیے ضروری ہے، جو وراءُالورا ہے مگر آیت مقدسہ کے مطابق شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ نشانات کی تکثیریت اور خدائے واحد کے مابین ایک گہرا تعلق ہے۔ یہ حق کی موجودگی کا پتہ دیتے ہیں، اور اس ضمن میں شمل سورۂ رحمٰن کی اس آیت کا حوالہ دیتی ہیں:

کل من علیھا فان و یبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام( آیت نمبر۲۶،۲۷)

عرفانِ ذاتِ حق کے لیے ایک دائروی زائچے کی مدد لی گئی ہے یعنی وہ ہستی تین حوالوں سے مشخص ہوتی ہے۔ تقدس، محبت اور سچ؛ محبت سے محبت جنم لیتی ہے، سچ عقیدے کی بنیاد ہے، یہ وحیٔ الٰہی پر ایقان کا نام ہے جس سے مقدس الفاظ اور مطہر متون جنم لیتے ہیں۔ تقدس کا تعلق بزرگی اور اتباع سے ہے اور یہ تصورِ خدا ہے۔ شمل کے نزدیک مذہب خلا میں موجود روحانیت کا نام نہیں بلکہ حق تعالیٰ سے ایک فطری، مادی تعلق پر انحصار کرتا ہے۔ شمل مسلم تہذیب و ثقافت کے پس منظر میں الٰہیاتی مظاہر اور مادی اشیاء کے باہم اتصال سے تسہیل و تفہیم کی نئی راہیں دریافت کرتی ہیں؛ مثلاً تصورِ مکان کی بابت وہ مسجد کے دروازے، خطاطی، اگلے وقتوں میں مسجد میں جلنے والے ایندھن اور دیگر اہم مقامات یعنی کربلا، نجف اشراف، مشہد اور مدینہ کا ذکر کرتی ہیں:

> "The sacred space par excellence in Islam seems to be the mosque, and many visitors-Rudolf Otto,

> S.H.Nasr, Martin Lings, Frithjof Schuon and others-have emphasized the 'feeling of the Numinous', the experience of otherworldliness when standing in one of the Great mosques in North Africa or Turkey. These buildings were, as they felt, perfect expressions of the emptiness which is waiting to be filled with Divine blessing, that is the experience of the human being, poor (faqir) as he or she is, in the presence of the All-Rich, Alghaniy."[ل7]

الٰہیاتی موضوع سے جڑی ایک اور اہم کتاب *We believe in one God-The experience of God in Christianity and Islam* کو شمل عبدالجواد فلاطوری کی مدد سے مرتب کرتی ہیں۔ یہ کتاب پہلی بار انگریزی میں ۱۹۷۹ء میں Burns & Oates کی جانب سے لندن میں شائع ہوئی۔ اس سے قبل یہ جرمن زبان میں پہلی بار ۱۹۷۵ء میں بعنوان *Glauben an den einen Gott: Menschliche Gotteserfahrung im Christentum and in Islam* جرمنی سے شائع ہوئی۔ بنیادی طور پر یہ کتاب عیسائیت اور اسلام میں اثباتِ ذاتِ حق سے متعلق ہے۔اس کا پیش لفظ معروف مستشرق اور اینجلیکل بشپ کینتھ کریگ (1913-2012)کا تحریر کردہ ہے جنکی زندگی کا بیشتر حصہ اسلام اور عیسائیت کے باہمی تعلق پر لکھتے ہوئے گزرا۔ کتاب کا تعارف شمل اور ایرانی نژاد جرمن اسکالر عبدالجواد فلاطوری(1926-1996 )نے پیش کیا۔ کتاب میں شامل شمل کا مضمون تخلیق اور روزِ محشر۔ قرآن اور صوفیانہ شاعری کی تشریح سے متصف ہے؛ یہ وہ مضامین ہیں جن کی پیش کش میں شمل ہمیشہ اعتماد محسوس کرتی ہیں، معلومات کی فراوانی کے ساتھ وہ نکات بھی سامنے آتے ہیں جن کی تفہیم گہرے اسلامی اور تاریخی مطالعے کو سزاوار ہے۔ذاتِ حق کا انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے الست بربکم پر شہادت لینے کا معاملہ ہو یا انسانوں اور دنیا سے بے نیازی کی کوئی صورت ،ایسے تمام مندرجات دیدنی ہیں۔ خالق اور مخلوق کے مابین تفاوت کی صراحت میں شمل وقت کی ابتدا، اختتام اور ابدیت ایسے موضوعات کو سمیٹتی ہیں اور اقبالؔ کی مانند یہ واضح کرتی ہیں کہ تواتر سے آگے کو سرکتے وقت کی بندش، ایک کامل انسان ہی ختم کر سکتا ہے۔یعنی 'ایّام کا مرکب نہیں راکب ہے قلندر'۔

> "Creation is also the separation of creatures from God. It is then…a directed time comes into existence; a time which, like the constantly active Divine word, extends between pre-eternity and

endless eternity, and thus forms a limit which man can surpass only in rare moments of ecstasy. For the mystics the word which the Prophet spoke during His ascension to heaven, e.g. ' I have a time (Kairos, moment) with God in which even Gabriel has no access', is proof of the fact that it is possible to break through created serial time and to share in the Divine nunc aeternum. Such a breakthrough is, however, granted only to the most perfected human beings, but not to the –static-angels."[ل18]

اسی پس منظر میں شمل صوفیا کی ہر دلعزیز حدیث کُنتُ کَنزاًمخفیّا کی جانب ایک بار پھر توجہ دلاتی ہیں اور اقبالؒ کے تصورِ خودی اور جرمن فلاسفر اور شاعر رودولف پان وٹز کے مابین جملہ فکری مماثلتوں کو نشان زد کرتی ہیں۔ رودولف پان وٹز خود بھی اقبالؒ کے زبردست مداح تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ جس بہتر انداز پر اقبالؒ نے نطشے کے جملہ افکار کی تفہیم کی وہ مغرب میں اوروں کے ہاں نایاب ہے۔ منصور حلاجؒ ایک بار پھر شمل کی تحریر کا حصہ بنتے ہیں اور اس بار شمل، ' کتاب الطواسین' کے وسیلہ سے نورِ محمدیؐ کی تفہیم اور سنائیؒ کے بیان کی روشنی میں حضرت محمد ﷺ کے خلقِ اُولٰی کی نسبت پیش کردہ حدیث یعنی لولاک لما خلقت الدنیا کا اعادہ کرتی ہیں اور اس امر کو واضح کرتی ہیں کہ حلاجؒ کے نزدیک ابلیس کا آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے کا سبب حق تعالیٰ سے عشق تھا اور حلاجؒ معروف جرمن مستشرق ہیلمٹ ریٹر (Hellmut Ritter )، امام غزالیؒ اور سنائیؒ کی مانند ابلیس کو شہیدِ عشق اور سچے موّحد کی حیثیت سے شناخت کرتے ہیں۔ اس فکر کے موٴسسِ اعلٰی حلاجؒ قرار پاتے ہیں:

"The true lover is Satan', for he preferred to be the target for the fatal arrow from the hand of his divine beloved, and surrendered to his inexplicable will. Most mystics, among them Rumi, have of course seen Satan as the one-eyed representative of intellect and false analogy, who did not recognize the divine spark in Adam and the divine breath that had been infused into the figure of clay (Sura 5:15; 38:72) and who therefore deserves a punishment which, according to Sura 26:94, will eventually cast him into hell-fire."[ل19]

مولانا رومؒ وہ ہستی ہیں جن کے سبب شمل اسلامی تصوف اور دنیائے اسلام سے بہتر طور پر متعارف ہوئیں۔ ان کے مزار پر حاضری شمل کے لیے کسی روحانی مکاشفے سے کم نہ تھی اور اس ضمن میں کیا جانے والا سفر متعدد دلفریب نقوش سمیٹتا رہا۔ حوالہ کے طور پر شمل کی آپ بیتی Orient and Occident- My life in East and West. کو دیکھا جا سکتا ہے۔ ذاتِ حق کا عشق سے مملو عرفان اور اس کی آفاقی حیثیت، انسان کے جملہ روحانی و سرّی کمالات اور ان کی غایت، ان تمام موضوعات پر شمل، مولانا سے مستفید ہوتی ہیں اور ان کی جانب سے یہ کوشش نظر آئی کہ مولانا کے پیش کردہ کائناتی پیغام کو اکنافِ عالم میں حتی المقدور پھیلایا جا سکے۔ The Triumphal Sun-A study of the Works of Jalaloddin Rumi اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۹۷۸ء میں شائع ہوئی؛ دوسری بار، نظر ثانی اشاعت ایسٹ ویسٹ پبلی کیشنز (لندن، ہیگ) کی جانب سے ۱۹۸۰ء میں ہوئی۔ شمل کی مولانا سے فکری وابستگی کا آغاز اوائلِ عمری میں ہوا تاہم وہ شخصیات جو مولانا سے علمی قربت اور انسیت کا وسیلہ بنیں ان کی بابت ذیل کا اقتباس اہمیت کا حامل ہے:

> "The Present writer has to confess that she has been interested in Rumi's work for exactly forty years: beginning in my early school days when for the first time, I read some of my Ruckert's marvelous verse-translations from the Divan of Mowlana Jalaloddin, German verses which never ceased to fascinate me. Later, when I was a very young student of Islamic languages in war-time Berlin, the moment that my venerable professor H.H.Schaeder recited to us the first lines from Rumi's Mathnavi proved decisive for the development of this old love, and it took only a few weeks until my first verse translations from the Divan-e Shams-e Tabrizi were ready; R.A.Nicholson's edition of the Divan, carefully copied by hand, became a faithful companion for many years, and the first money earned in compulsory work in a factory during the semester vacation was immediately transformed into the eight volumes of Nicholson's edition of the Mathnavi."[20]

طویل اقتباس کو رقم کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قارئین اور محققین بہتر طور پر شمل کی مولانا سے وابستگی کے مراحل کو جان سکیں۔ شمل اس کتاب میں اپنے پہلے دورۂ قونیہ کی بابت گفتگو کرتی ہیں جو مئی ۱۹۵۲ء میں ممکن ہوا؛ شمل اِسے ایک معطّر موسمِ بہار سے تشبیہ دیتی ہیں۔ سن ۱۹۲۵ء سے سماع اور دیگر متصوفانہ تقریبات پر پابندی لگا دی گئی تھی تاہم قریباً انتیس (۲۹) برس بعد یہ ممانعت زائل ہوئی اور دسمبر ۱۹۵۴ء کو مولانا رومؒ کے یومِ وصال کے موقع پر سماع اور صوفیانہ رقص کی اجازت مرحمت ہوئی، اور یاوریٔ قسمت سے شمل اور ان کی والدہ کے لیے یہ ایک پر لطف روحانی تجربہ بنا۔ وہ مولانا رومؒ کے علمی و فکری نِکات کی تفہیم میں حیرت و استعجاب کے بہت سے مقفل در، وا کرتی ہیں اور کسی زیرک عالم کی مانند کائنات اور خدا کے باہمی تعلق کی توضیح میں استفہامیہ لہجہ اپناتی ہیں؛ یعنی کیا عشق میں قربان ہونا ہی انسانی بقا کی واحد سبیل ہے؟ کیا رومیؒ ایک ایسے فلاسفر تھے جنھوں نے اس کائنات میں دانشِ اُولیٰ کو مخفی دیکھا؟ کیا یہ اس صندوق کی مانند ہے جس میں تمام امکانات بشمول مادہ روزِ اوّل سے محفوظ و مامون ہے اور جو اک اشارۂ ایزدی سے زمان و مکان میں حقیقت کا روپ بھرتے ہیں یعنی لفظ 'کُن' کے منتظر رہتے ہیں یا مولانا محض ایک عاشق تھے جو سوزِ عشق میں جلے اور جنھوں نے دانائی اور گرد و پیش کی مختلف حالتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے عاشق اور معشوق کی ارفع وحدت کو جا لیا تھا؟ یہ وہ جملہ استفسارات ہیں جو شمل قاری کے سامنے رکھتی ہیں۔ شمل، مولانا رومؒ کے حوالہ سے یہ بات کہنے میں اک گونہ طمانیت محسوس کرتی ہیں کہ وہ متحرک قوت جو سب سے ماوراٗ ہے، عشق ہے۔ عشق، ذاتِ حق کا جوہر ہے جو مخلوق میں بصورتِ جلال و جمال مجسم ہے۔ شمل کے نزدیک، مولانا اپنے پیش رووں اور مقلدین کی مانند قرآنِ حکیم سے منکشف حقیقتِ ابدی کے خوّاص تھے؛ اس لیے انھوں نے ہر باب کو قرآنی آیات کے پس منظر میں پیش کیا اور ان کی فکر، قرآنِ مجید کی اس آیۂ مبارکہ سے واضح ہے:

"عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفس میں بھی یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ قرآن واقعی برحق ہے"۔ (سورہ ۴۱، آیت ۵۳)۔ یہ آیۂ مبارکہ صوفیا کے نزدیک خاص اہمیت کی حامل ہے؛ یعنی یہ وہ الفاظ ہیں جو نا مختتم صوفیانہ امکانات سے مملو ہیں اور جن سے خالق کے تخلیقی قوٰی جو زندگی کے ہر پہلو سے جڑے ہوئے ہیں کا احساس دلاتے ہیں۔ درحقیقت یہ تخلیقی قوت معدنیات، قوسِ قزح، انواع واقسام کے پھول، پرندوں اور انسانوں میں مشاہدہ کی جا سکتی ہے۔ اس کتاب میں جس کثرت سے آیاتِ قرآنی کا حوالہ موجود ہے وہ بھی دیدنی ہے۔

مولانا کے بارے، ایک کتابچہ (Aspects of Mevlana 1971) دیکھا جا سکتا ہے جو قونیہ کے سیاحتی ادارہ کی جانب سے شائع ہوا۔ شمل اُس وقت ہاورڈ یونیورسٹی (امریکہ) میں تھیں۔ انھوں نے یہ کتابچہ مرتب کیا اور دیباچہ لکھا۔ مولانا کی مثنوی کی بابت شمل کا یہ کہنا اہمیت کا حامل ہے:

"His Mathnawi, masterly edited by R.A.Nicholson between 1925 and 1940, contains a veritable encyclopedia of mystical thought, where we may find verses which are reminiscent of those of his two predecessors in the field of mystical didactic poetry, of Sana'i (d. 1131 in Ghazna) and of Fariduddin 'Attar (d. ca. 1220 in Nishapur).[21]

بنیادی طور پر یہ کتابچہ جیسا کہ عنوان سے عیاں ہے کہ مولانا رومؒ کے شخصی اور فکری پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے اور اس میں ہمیں اسکاٹ کیمپر (Scott Kemper) کی تحریر خاص طور سے نظر آتی ہے جو صوفیانہ رقص سے متعلق ہے اور رقص ہی کی بابت شمل اپنی کتاب *A Dance of Sparks- Imagery of Fire in Ghalib's poetry* میں گرانقدر تفحص پیش کر چکی ہیں۔ مولانا رومؒ کے آٹھ سویں (۸۰۰) جنم دن کی نسبت سے ایک اہم کتاب بعنوان *Look! This is Love- poems of Rumi* ملتی ہے۔ نظموں کے تراجم شمل نے خود کیے اور یہ کتاب پہلی بار بوسٹن یو۔ اے (Boston u.a) سے ۱۹۹۱ء میں شائع ہوئی۔ راقم کے زیرِ مطالعہ کتاب ۲۰۰۳ء میں سنگِ میل پبلی کیشنز کی جانب سے شائع ہوئی۔ مثنوی مولانا رومؒ کا مزید تعارف شمل کچھ یوں پیش کرتی ہیں:

"On the request of his favorite disciple, Husamuddin Chelebi, the Mathnavi, 'The Spirtual Couplets.' This work, praised in the Persianate world as 'the Koran in the Persian tongue' is a compendium of mystical experience, traditions, and folklore in more than 25,000 verses with no apparent 'logical' order."[22]

کتاب میں موجود بعض تراجم بہت متاثر کن ہیں اور یہ طبع زاد معلوم ہوتے ہیں:

"From Myself I am copper,
Through you, friend, I am gold.
From myself I'm a stone, but
Through You I am a gem!"

"Once a beloved asked her lover: 'Friend, you have
seen many places in the world!
Now-which of all these cities was the best?
He said: The city where my sweetheart lives!" [23]

شمل کی شاعری کے حوالہ سے دو اہم کتابیں بعنوان Mirror of an Eastern Moon اور Nightingales Under the Snow ملتی ہیں۔ یہ نظمیں طبع زاد ہیں ۔ اوّل الذکر کتاب ۱۹۷۸ء میں ایسٹ۔ ویسٹ پبلی کیشنز (لندن۔ ہیگ) سے شائع ہوئی جو تین حصوں میں منقسم ہے؛ حصہ اوّل مولانا جلال الدین رومیؒ سے متعلق ہے جس میں اُن کے خیالات کی تعظیم نمایاں ہے۔ حصہ دوم روایتی فارسی شاعری اور معمولاتِ زندگی سے متعلق ہے جبکہ حصہ سوم ہندوستان اور پاکستان کے اَسفار سے جڑا ہوا ہے اور اس میں خاص طور پر سندھی شاعری کو اہمیت دی گئی ہے اور ان صوفی شعراء کے کلام سے خمیر اٹھایا گیا ہے جن کے ہاں تواتر سے سینہ بہ سینہ منتقل ہوتیں لوک کہانیاں اپنے باطن میں رمزیت لیے عشق کی لافانی صورت کو منکشف کرتی ہیں۔ یہ کتاب Mirror of an Eastern Moon متعدد اضافوں کے ساتھ مؤخر الذکر کتاب Nightingales Under the Snow کے قالب میں ڈھلتی ہے جو خاقانی نعمت اللہ پبلی کیشنز (لندن۔ نیویارک) کی جانب سے پہلی بار ۱۹۹۴ء میں شائع ہوئی۔ راقم کے زیرِ مطالعہ اس کی دوسری اشاعت تھی۔ یہ امریکہ میں سن ۱۹۹۷ء میں شائع ہوئی، تاہم اس کی دیگر اشاعتیں بھی مذکور ہیں جن میں لندن ہی سے خاقانی پبلی کیشنز کی جانب سے ۱۹۹۵ء میں شائع ہوئی اور ایک اشاعت ۱۹۹۶ء کی بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ اس میں موجود نظمیں ۱۹۷۴ء سے ۱۹۹۴ء تک یعنی قریباً بیس برس کے شعری سفر کو محیط ہیں اور چونکہ اس میں پہلے سے لکھی گئی تمام نظمیں شامل ہیں اس لیے ہمیں نظموں کے ضبط میں وہی ترتیب ملتی ہے جو Mirror of an Eastern Moon میں موجود ہے؛ البتہ موضوعاتی اعتبار سے بعض خوبصورت اضافے دیکھے جاسکتے ہیں۔ شمل کا یہ شعری مجموعہ خوبصورت نظموں پر مشتمل ہے اور انھیں پڑھتے ہوئے جہاں شعری ترفع کا احساس ہوتا ہے وہیں ان کی 'صوفی محبت' بھی اپنا بھرپور تفاعل پیش کرتی ہے:

"<u>Zulaykha's Third letter to Yusuf</u>
I called the best painters
From all over the world
To decorate my house
They looked at you, and each of them tried
To interpret your beauty
In colour, marble, or tiles:……………
Once more I called the best artists

From all over the world
To decorate my house
They looked at you, and each of them brought
A mirror to reflect your face
Thousands of mirrors-steel, diamond, glass-
Each one reflecting the other's light
-Light, borrowed from you-
And each of them was a veil."[24]

اسلام میں نسائیت کے موضوع پر شمل کی ایک اہم کتاب MY SOUL IS A WOMAN لائقِ ذکر ہے۔ اسے انگریزی زبان میں اشاعتی ادارے "کون ٹی نم" نے ۲۰۰۳ء میں شائع کیا اور اس سے قبل جرمن زبان میں یہ کتاب میونخ سے ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی۔ اس کا انگریزی ترجمہ سوسین۔ ایچ۔ رے نے کیا۔ بنیادی طور پر یہ کتاب اسلام کے متصوفانہ نسائی پہلوؤں کو نمایاں کرتی ہے اور ایسی مقتدر مسلم خواتین کو مبحث کا حصہ بناتی ہے جو اسلامی تاریخ میں ہمیشہ مؤقر و محترم درجہ پر فائز رہیں اور ان میں بعض زمرۂ متصوفین میں شمار ہوئیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، حضرت فاطمۃ الزھراؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت نفیسہؓ سے حضرت رابعہ بصریؒ اور دیگر مسلم بزرگ خواتین کا معتبر حوالہ اپنے پس مناظر کے ساتھ متاثر کرتا ہے۔ کتاب کے بعض حصوں کے تراجم ہو چکے ہیں۔ شمل، مسلم خواتین کے ذکر میں حفظِ مراتب پیشِ نظر رکھتی ہیں اور ایک والہانہ لگاؤ کا احساس ان کی تحریر سے عیاں ہے۔

کتاب کا پہلا باب ' پیغمبر ﷺ اور خواتین ' کے عنوان سے اہم معلومات لیے ہوئے ہے۔ سرنامہ پر جو حدیثِ مبارکہ مندرج ہے اس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھاری دنیا سے میرے لیے عورت اور خوشبو کو پسند فرمایا اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔ یہ حدیثِ مبارکہ جسے عموماً شیخ محی الدین ابنِ عربیؒ کے حوالہ سے پیش کیا جاتا ہے، معنیات کے بہت سے در وا کرتی ہے؛ اور مختلف ادوار میں اہلِ تصوف نے اس کے ایک سے زائد مفاہیم پیش کیے، مثلاً حضرت خواجہ نظام الدینؒ اولیاء کے نزدیک عورت سے مراد حضرت عائشہ صدیقہؓ ہیں اور آنکھوں کی ٹھنڈک جنابِ فاطمۃ الزھراؓ ہیں جو عبادات میں یعنی نماز میں ہمہ وقت مشغول رہتی ہیں۔ اسی طرح شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے نزدیک عورتوں سے انسیت کا سبب بتقضائے طبع یا فطری نہ تھا بلکہ یہ تو ذاتِ حق کی جانب سے خواتین کو اس اہل بناتا ہے کہ ان سے محبت کی جائے۔ شمل اس ساری بحث کو سمیٹتے ہوئے یہ صراحت کرتی ہیں کہ اس میں ایک اہم حوالہ خوشبو کا ہے جو بیک وقت نسائی عنصر اور پاکیزگی کا استعارہ ہے؛ یعنی عربی زبان میں مجرد مردانہ تصور کی حیثیت سے لفظ " خوشبو "اس حدیثِ مبارکہ میں دو نسائی اسمائیں شامل ہے یعنی عورت اور نماز۔ یہ

مشاہدہ خود مکتفی ہے جو صوفیائے کرام کی فکر کو کبھی نہ ختم ہونے والی غذا فراہم کرتا رہے گا اور جو سرّی تعلق سے جڑا ہوا ہے۔

اس باب میں شمل نے تفصیل سے لائقِ احترام اسلامی خواتین کی بابت گفتگو کی اور حضرت خدیجہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت نفیسہؒ کے مناقب و کمالات کی تصریح کرتے ہوئے مختلف واقعات کی روشنی میں شخصی رویوں اور معاملات کی جانچ کی ہے۔ خلافت نشینی، حضرت علیؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے باہمی نزاع اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی بے لوث خدمات کے ساتھ ساتھ حضرت فاطمہؓ کی سادگی اور والدِ گرامیؐ سے انتہائی محبت اور ایثار کی متعدد تمثیلیں پیش کی گئی ہیں۔ حضرت عمرِ فاروقؓ کا خواتین کے بارے میں سخت گیر رویہ اور واقعہ کربلا تک کے واقعات جزوی طور پر اس باب کا حصہ بنتے ہیں اور یہاں یہ واضح کرنا بھی ضروری ہے کہ شمل لاشعوری طور پر حضرت امام حسینؓ کی لازوال قربانی کے باب میں تاریخی واقعات کا اعادہ کرتی ہیں۔ غرض حضرت امام حسینؓ ہوں یا پھر حسین بن منصور حلاجؒ، یہ شخصیات ہر پھر کر ان کی تحاریر کا وصف بنتے ہیں اور خراجِ تحسین حاصل کرتے ہیں۔ کتاب کے تعارف میں شمل تصوف اور نسائی اطوار کے باہمی ارتباط کے ساتھ حضرت رابعہؒ بصری اور سنائیؒ کی خواتین کی بابت خیال آرائی کو خاص طور سے رقم کرتی ہیں۔ اس ضمن میں شمل حضرت زلیخاؒ اور نفسِ انسانی کی تطبیق کچھ یوں کرتی ہیں:

> "Countless poets have turned to her as a nafs symbol, and it goes without saying that this nafs is purified by boundless love and its resultant fathomless sorrow, and is finally united with Yusuf. At the end of the road, the indefatigably seeking, unspeakably suffering, and loving woman finds the incomparable beauty she so ardently sought manifested in Yusuf. Seen in this light, the story of Yusuf and Zulaikha is the story of the Soul yearning passionately for the source of all beauty, for God."[25]

علاوہ ازیں شمل ہندوستانی لوک قصوں میں موجود نسائی عناصر کو کھوجتے اور پیش کرتے ہوئے یہ واضح کرتی ہیں کہ ان عشقیہ داستانوں میں موجود خواتین درحقیقت تکمیلِ ذات کا سفر طے کرتی ہیں بظاہر وہ عشق و محبت کے سلاسل میں جکڑی ہیں لیکن ان کے ہاں اپنے محبوب کا حصول محبت کا وہ ارفع ایقان ہے جو انھیں ان کی لاحاصلی پر بھی تکمیل کی منزل پر لے آتا ہے۔ ان متصوفانہ لوک کہانیوں میں نسوانی کردار اپنے پنوں یا ڈھولا کے لیے جان

تک کو قربان کر دیتے ہیں اور اگرچہ یہ گماں گزرتا ہے کہ وہ محض عشقیہ۔المیہ کردار ہیں لیکن ان کا کردار اس سارے جوکھم میں جو ترفع اور طُہر حاصل کرتا ہے وہ جان آفرینی کے بدلے میں ایک بے مثل انعام ہے۔ماروی ہو یا سسی ان کا تھلوں یا بے آب و گیاہ مقامات پر باحسرت و یاس مرنا ان کے عشق کا وہ عرفان ہے جو ذاتِ حق سے تعلقِ خاص کا پتہ دیتا ہے۔حقیقت میں یہ تمثیلی قصے نفسِ انسانی کی متصوفانہ تکمیل کے لیے بیان ہوئے اور کرداروں میں موجود شدت اور تڑپ حصولِ عشق کے سرّی سفر کے لیے ایک ناگزیر شے سمجھی گئی،ان کے بغیر کامیابی اور ثروت کا حصول ممکن نہیں؛یہی سبب ہے کہ صوفیا کے ہاں عاشق ہمیشہ ایک نسوانی کردار کی صورت سامنے آتا ہے کہ ایک مرد اس تڑپ اور شدت کا متحمل نہیں جو ایک عورت کو میسر ہے۔صوفیا کرام کو اسی لیے اللہ کی دلہنیں کہا گیا ہے اور سنائیؒ کا یہ کہنا کتنا وقیع ہے:

"A good woman is better than a thousand men."[26]

شمل کے علاوہ اس موضوع پر جس مستشرقہ نے کام کیا وہ مارگریٹ سمتھ Margaret Smith(1884-1970)ہیں جن کی کتاب *Muslim Women Mystics: The life and Work of Rabi'a and other Women Mystics in Islam* ۱۹۹۴ء میں سامنے آئی اور غالباً یہی پہلی مربوط کاوش ہے جس میں صراحت سے حضرت رابعہ بصریؒ کی حیات کا احاطہ ہوا۔ابتدائی مسلم صوفیا کے افکار اور حالاتِ زندگی کی بابت ان کی کتب دادِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔شمل کی طرح یہ بھی لوئی میسی یوں اور آر۔اے نکلسن کی زبردست مداح تھیں۔مسلم تصوف کے ضمن میں ان کا اور شمل کا تقابل ممکن ہے؛شمل کے معاصر اہم مستشرقین میں ولیم سی چیٹک(William C. Chittick) ،لیونارڈ لیوی شون(Leonard lewisohn) اور ایک معتبر نام فریتھ جوف شوان(Frithjof Schuon) کا ہے جن کا علمی ذخیرہ حیرت کا موجب ہے۔ان کے آباؤ اجداد جرمن تھے تاہم یہ خود سوئٹزرلینڈ میں پیدا ہوئے اور امریکہ میں ان کا انتقال ہوا۔

مغرب میں پیش کردہ تحقیقی و تنقیدی کام مشرقی معاشروں میں بہت کم موضوعِ گفتگو بنتا ہے اور اس کا ایک اہم سبب کتب کی عدم دستیابی ہے اور دوسرے یہ کہ اگر کہیں دستیاب ہیں تو ان کی اچھے انداز پر تشہیر نہیں ہو پاتی۔کتب کی ہوشربا قیمت بھی کم مطالعہ کا سبب ہے۔غرض بیسویں صدی میں بہت سی اہم کارگزاریاں اہم کتب کی صورت میں سامنے آئیں اور مغرب میں اسلام کے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں کا،کسی نہ کسی سطح پر ازالہ بھی ہوا۔یہ تفہیمِ اسلام،مسلم معاشرت اور بالخصوص اہلِ تصوف کے حوالہ سے ایک نوع کا مکرّر تجربہ تھا جس میں شمل ایسے مستشرقین نے درمیانی راہ کا انتخاب کرتے ہوئے اسلام کی متوازن صورت گری کی۔اس ضمن میں شمل اور

دیگر مستشرقین کی بہترین کاوشوں کو بطور حوالہ کے پیش کیا جا سکتا ہے لیکن اس سے جہاں ہم موضوع سے دور ہوتے ہیں وہیں مقالہ بھی بے جا طوالت کا شکار ہوتا ہے۔

متصوفانہ شاعری کے حوالہ سے شمل کی ایک اہم کتاب *As Through a Veil* خاص طور سے دیکھی جا سکتی ہے جو کولمبیا یونیورسٹی، نیویارک کی جانب سے ۱۹۸۲ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے جو ہر زاویہ سے اسلامی اور خاص طور سے صوفیا کرام کی شاعری کا احاطہ کرتی ہے۔ باب اول بعنوان Flowers of the Desert عربی صوفی شاعری کی تشکیل سے متعلق ہے۔ باب دوم بعنوان Tiny Mirrors of Divine Beauty کلاسیکل فارسی شاعری کو ہدفِ نگاہ بناتا ہے۔ بابِ سوم بعنوان Sun Triumphal-Love Truimphant مولانا رومؒ اور محبت کے استعارات کو سمیٹتا ہے جبکہ بابِ چہارم بعنوان The Voice of Love دیسی زبانوں میں صوفیانہ شاعری کو پیش کرتا ہے اور باب پنجم بعنوان God's Beloved and Intercessor for Man اس شاعری کو مرکزِ نگاہ بناتا ہے جو نبی اکرم ﷺ کی مدح یا تعظیم سے جڑی ہوئی ہے۔

یہ کتاب بھی شمل کے جملہ لیکچرز کا حاصل ہے۔ اس سے یہ بات بھی مترشح ہے کہ اگر کوئی اسکالر باقاعدگی سے اپنے تفحصات لیکچرز کی صورت پیش کرتا رہے تو ان کا کتابی صورت میں ڈھلنے کا امکان قوی ہے۔ یہ لیکچرز شمل نے کن کن جگہوں پر دیے ان کی وضاحت کچھ یوں ہے:

> "The Five lectures published in this volume were delivered under the auspices of the American Council of Learned Societies during the Spring Term of 1980. They were-in full or in part- given in the following institutions: Rice University (Houston); Trinity College (San Antonio); University of Tennesse at Knoxville; Duke University (Durham, N.C.); University of North Carolina at Cahpel Hill; MacMaster University (Hamilton, Ont.); University of Toronto; Princeton University; McGill University (Montreal); Columbia University and Union Theological Seminary (New York); University of Colorado (Boulder and Denver); University of Chicago; Northwestern University (Evanston iii.); and University of Alberta, Edmonton."[27]

مذکورہ مقتدر یونیورسٹیوں میں شمل کے محاضرات کتابی صورت میں ڈھل کر متصوفانہ شاعری کے باب میں ایک گرانقدر اضافے کی سبیل بنتے ہیں۔ اس کتاب میں شمل اس امر کا اعتراف کرتی ہیں کہ مولانا رومؒ کے جملہ خیالات کی پایابی ممکن نہ ہو سکی کہ جب بھی انہیں جانچا گیا نت نئے مضامین اور افکار فروغ پانے لگے۔ اُس وقت تک شمل قریباً دو کتابیں مولانا رومؒ کے حوالہ سے پیش کر چکی تھیں ایک جرمن اور دوسری انگریزی زبان میں۔ شمل کے نزدیک مولاناؒ کے افکار کی کامل یکجائی قریباً ناممکن ہے۔[۲۸]

شمل جنابِ موسیٰؑ، واقعۂ معراج، حضرت عبد القدوس گنگوہیؒ، نبی اکرم ﷺ اور اقبالؒ کے حوالہ سے گفتگو کرتے ہوئے یہ بتاتی ہیں کہ پیغمبرؑ اور ایک صوفیؒ کے نظریۂ حیات میں تفاوت رہتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ واقعہ معراج سے مراجعت کرتے، بے یقینی اور حیرانی کا شکار نہیں ہوتے جبکہ چشتی سلسلہ کے بزرگ، شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ کا یہ کہتے ہیں کہ اگر انھیں یہ سعادت حاصل ہوتی تو وہ کبھی واپس نہ لوٹتے۔ اس تفاوت کو اقبالؒ نے خاص طور سے نمایاں کیا اور اس کی مزید صراحت شمل نے بہتر انداز پر کی۔

شمل کی تحاریر میں نبی اکرم ﷺ سے محبت و مودّت کا اظہار متعدد مواقعوں پر ہوا۔ راقم اس ضمن میں کسی قدر آسودگی سے ان احوال کو اپنے مقام پر رقم کر چکا ہے لیکن یہاں ایک شے اضافی ہے اور وہ نبی اکرم ﷺ کا خاتم النبیینؐ ہونا ہے۔ اس بابت شمل کی یہ رائے اہمیت کی حامل ہے:

> "The love of the Prophet has been called the strongest binding force in Islam, and Muslims have always regretted that most Westerners fail to understand the importance of his love for Muhammad. Tinged by centuries-old prejudices, they rarely realize that for his followers Muhammad is as much the model for the faithful, as much the infallible leader of his community as He is the beloved intercessor at Doomsday. He is the first thing created by God as well as the 'seal' of all Prophets, and brought with him the final and all-comprehensive revelation."[29]

ہالینڈ کے معروف ماہر سنسکرت جین گونڈا کی نگرانی میں مرتّب کیا گیا مبسوط تحقیق و تنقیدی کام بعنوان "A HISTORY OF INDIAN LITERATURE" سے جڑی دو اہم کتب کی "تاریخ ادبِ اردو" مصنفہ شمل ہیں۔ جین گونڈا، اور ان کے بسیط کام کا تعارف راقم اختصار سے پیش کر چکا ہے۔

SINDHI LITERATURE اور ISLAMIC LITERATURE OF INDIA یہ وہ کتب ہیں جو شمل کے بہترین تفحصات سمیٹے ہوئی ہیں۔اوّل الذکر کتاب کی بابت شمل کا یہ کہنا ہے کہ ہندوستان کے اسلامی ادب کے ضمن میں جہاں عربی،فارسی اور ترکی ادب خصوصی اہمیت کا حامل ہے وہیں اردو، سندھی، پشتو، پنجابی اور بنگالی ادب بھی مرکزِ نگاہ بنتا ہے؛اور چونکہ ارضِ ہندوستان سے نموپاتی زبانوں کو جداجدا پرکھا گیا ہے اس لیے عربی، فارسی اور ترکی متون کی جانچ کا اہتمام اچھے انداز پر موجود ہے جو پاک وہند میں مرتب یا پیش کیے گئے۔ شمل کا یہ بھی ادّعا ہے کہ زبانِ فارسی میں اسلامی مطالعات اورادب بشمول نظم و نثر کا ذخیرہ ہندوستان میں اس قدر وافر ہے کہ ایران میں بھی اتنا ادب تخلیق نہ ہوا ہوگا۔یہ دونوں مذکورہ کتب A HISTORY OF INDIAN LITERATURE کے صدر عنوان تلے شائع ہوئیں۔ ہندوستان کے اسلامی ادب سے متعلق کتاب پبلشر اوٹو ہیر وزووٹز،وزبیڈن کی جانب سے ۱۹۷۳ء میں جرمنی سے شائع ہوئی۔

شمل اس مطالعہ میں مسلمانوں کے ابتدائی عہد سے جڑی ادبی کارگزاریوں کا ذکر کرتے ہوئے احادیث کی ترویج، تخریج اور توضیح میں صوفیا کرام کی بے مثل کاوشوں کا ذکر کرتی ہیں اور قرآنی تفاسیر، صحیح بخاری کی بابت اہم معلومات بہم پہنچاتے ہوئے ایک نادر تفسیر کے بارے میں کچھ یوں گویا ہیں:

> "Among the commentaries of the Quran composed in the Subcontinent the strangest one is no doubt the Sawati al-ilham ' Brilliant Lights of Inspiration' by Faidi (Fayzi), Akbar's court poet (d.1595); it consists exclusively of undotted letters. This was, in fact, a major achievement since this form excludes the use of most verbal forms in Arabic. Not surprisingly, its contents are almost lost behind the artificial form."[30]

ابوالفضل فیضی کی یہ غیر منقوط تفسیر جو 'سواطع الالہام' کے عنوان سے معروف ہے اپنی صناعانہ کارگزاری کے سبب اہمیت کی حامل ہے لیکن فکری سطح پر اس سے استفادے کی صورت بڑی حد تک محدود ہے؛اور اس کا بنیادی سبب پہلے سے طے ایک غیر مروج اندازِ تحریر ہے جو ان کی ایک اور کتاب کہ جس کا تذکرہ شمل کتاب کے صفحہ ۷ کے فٹ نوٹ میں بحوالہ India's Contribution to Arabic literature: from ancient time to 1857 کرتی ہیں( پہلی بار لاہور سے ۱۹۴۶ء میں شائع ہوئی اور اس کے مصنف ایم۔جی زبید احمد ہیں)

'تصوف اور اخلاقیات' سے متعلق ہے۔ شمل اس کتاب کا عنوان Mawarid-al kilam wa silk durar al-hikam بتاتی ہیں جو ۱۸۲۵ء میں کلکتہ سے شائع ہوئی۔

شمال اور جنوب کے لسانی تفاوت کی بابت بات کرتے ہوئے شمل یہ واضح کرتی ہیں کہ برصغیر میں عربی شاعری کا آغاز بعینہ اس وقت شروع ہوا جب یہاں مغل عمل داری کا آغاز ہوا۔ گولکنڈہ حکمران اور ہمسایہ مسلم ریاستیں کبھی بھی فارسی کے اثر تلے اس طرح سے نہ آسکیں جس طرح شمال کے صوبہ ہائے جات متاثر ہوئے اور ظاہر کہ اس کے پس پردہ مختلف النوع تہذیبی، معاشرتی اور سیاسی عوامل ہیں جو لسانی افتراق کا سبب بنے۔ جنوبی ساحلوں پر موجود عرب مسلم آبادیاں، ہندوستان اور عرب معاشرت کے باہم مضبوط تعلق کا وسیلہ بنی رہیں اور یہ باہمی اشتراک کا سلسلہ صدیوں جاری رہا۔ اس ضمن میں شمل ابنِ بطوطہ کا ذکر کرتی ہیں کہ جب وہ ۱۴ صدی عیسوی میں جنوبی ہندوستان میں وارد ہوا تو ہناور (Hanawar) کے مقام پر اسے یہ معلوم ہوا کہ مسلمان لڑکوں کے لیے ۲۳ اور لڑکیوں کے لیے ۱۳ مدارس موجود ہیں۔ یہ تعلقہ جس کی بابت مشہور ہے کہ یہاں سب سے پہلے حفظِ قرآن کا اہتمام ہوا، ریاست کرناٹک کے علاقہ کینرا میں واقع ہے اور اس تک رسائی آسان نہیں۔ اسے ہنّاور (Honnavar) لکھا جاتا ہے۔ گولکنڈہ کے قطب شاہی دور کی بابت شمل کا یہ بیان اہمیت کا حامل ہے:

> "Arabic Studies gained more importance. The Qutbshahi kings were of Shia persuation spoke Telugu among themselves, but went to great lengths to attract Arabic Scholars and poets to their court; one may especially mention the philosopher Nizamuddin Gilani (d. 1649) hakim al mulk, a disciple of the Persian thinker Mir Damad."[31]

جین گونڈا سلسلہ کی متذکرہ اہم کتاب بعنوان *SINDHI LITERATURE* ۱۹۷۴ء میں اوٹو ہیر وزووٹز، وزبیڈن سے شائع ہوئی۔ سندھی ادب اور اس کی معاشرت سے شمل ایک خاص نوع کی انسیت رکھتی ہیں اور یہاں تک کہ مکلی قبرستان (ٹھٹھہ) میں پیوندِ خاک ہونے کی خواہش کا اظہار بھی ان کی جانب سے ہوا۔ شمل اس کتاب میں سندھی زبان کو نظر انداز کیے جانے پر گفتگو کرتی ہیں اور اس زرخیز زبان کے مختلف لہجوں کے بارے میں گرانقدر معلومات پیش کرتی ہیں۔[۳۲] یہاں یہ بھی یاد رہے کہ سندھی ادب سے شمل کا اولیں تعارف ارنسٹ ٹرمپ کے سبب ہوا جو انیسویں صدی میں، کراچی میں بیٹھ کر سندھ کی ثقافت اور زبان و ادب کی بابت اپنے براہِ راست تجربے اور مشاہدے کو بروئے کار لائے اور اہم علمی اضافہ کیے۔

شمل کی جانب سے سندھی زبان و ادب کے حوالہ سے ایک اہم تحقیقی مطالعہ بعنوان PEARLS FROM THE INDUS-SUDIES IN SINDHI CULTURE اوائل ۱۹۷۳ء میں سندھی ادبی بورڈ کو پیش کیا گیا۔ اس میں موجود منتخب مطالعات ۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۴ء تک مکمل کیے گئے اور کتابی صورت میں اس کی پہلی اشاعت ۱۹۸۶ء میں ہوئی۔ اس وقیع تفحص سے قبل شمل سندھ دھرتی سے جڑے علمی، ادبی افکار اور تاریخی، ثقافتی حقائق کے ساتھ ساتھ اہم روحانی شخصیات کے احوال، تن دہی سے رقم کرتی رہیں۔ ان مطالعات کو پیش کرنے کا دور ۱۹۷۴ء سے ۱۹۸۳ء کو محیط ہے:

> "In the meantime, the author has published a good number of other studies in Sindhi literature, thus; 'Sindhi Literature' in: Jan Gonda, History of Indian literautres, Wiesbaden 1974. The German Contribution to Pakistani Linguistics (a very much enlarged study of Ernst Trump) 1979. Merchen aus Pakistan ( Folktales and Fairytasles from Pakistan), translated from the Sindhi, Cologne 1980………..(Marriage Songs from Sindhi villages), Schah Abdul Latif: Unendliche Sehnucht Munich 1983 ( German verse translations from Shah Jo Risalo), As through a Veil. New York 1982 (with a chapter on religious folk poetry in the different Islamic languages). Makli Hill. A center of Islamic Culture in Sindh. Karachi 1983 and numerous other minor studies."[133]

کتاب کے جملہ مندرجات میں تعارف، تاریخی پس منظر، ارنسٹ ٹرمپ، سندھی زبان میں قرآنِ کریم کے تراجم، تفاسیر، رسولِ خدا ﷺ کی تعظیم، منصور حلاجؒ، شاہ عنایتؒ، مرزا قلیچ بیگ اور ان کا ناول زینت اور آخر میں سندھی لوک ورثہ سے متعلق نئی اشاعتوں پر گفتگو موجود ہے۔ شمل معروف تاریخ دان بلاذری، حافظ ابنِ جریر طبری اور سندھ کے اہم قدیمی فرماں روا نصیر الدین قباچہ پر گفتگو کرتے ہوئے اپنی پسندیدہ شخصیت منصور حلاجؒ کو مرکزِ نگاہ بناتی ہیں اور ان کے سندھ میں آنے، قیام کرنے کے علاوہ فکرِ اقبالؔ میں اس عظیم روحانی شخصیت کی اہمیت کا اعادہ کرتی ہیں:

> "Is it not fascinating to ponder the fact that the great Mysytic Al-Hussain ibn Mansur al-Hallaj, who is credited with the formula ana'l Haqq 'I am

the Creative Truth' and who was executed in Baghdad in 922, reached the lower Indus valley in 905, proceeding from Gujrat? He wandered along the river until he reached the northern borders of present Pakistan…..we do not know…whether or not people responded to his missionary call- the call which should have awakened them from slumber and opened their blind and deaf hearts to bring forth a spiritual qiyama, a resurrection (as Muhammad Iqbal interpreted Hallaj's message in his Javidnama)".[34]

شمل، ارنسٹ ٹرمپ اور پیر حسام الدین راشدی کی بابت گفتگو کرتے ہوئے بہت سے علمی نکات کی توضیح کرتی ہیں اور یہ بتاتی ہیں کہ یہ ایچ۔ ٹی۔ سورلے (H.T.Sorley) تھے جنھوں نے بھٹائی کو یورپ میں متعارف کرایا اور اٹھارہویں صدی کے وسط اول کی سیاسی، معاشی اور روحانی ترفع صورتوں سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ ان کے علاوہ شمل مخدوم محمد ہاشم (۱۷۶۲ء۔ ۱۶۹۲ء) کا ذکر کرتی ہیں جن کے وسیلہ سے سندھ میں نقشبندی سلسلے کا احیاء ہوا؛ علاوہ ازیں جو اہم شخصیت صراحت سے اس مطالعہ کا حصہ بنتی ہے وہ جھوک کے صوفی شاہ عنایتؒ ہیں۔

معروف اسلامی اسکالر، سید حسین نصر کی مرتب کتاب *ISLAMIC SPIRTUALITY-MANIFESTATIONS* جو WORLD SPIRTUALITY کا والیم نمبر ۲۰ ہے میں شمل کا ایک انتہائی اہم مقالہ بعنوان Indo-Muslim Spirituality and Literature ملتا ہے۔ اس مقالہ میں شمل زور دے کر کہتی ہیں کہ اگر کوئی تاریخ مذہب میں دلچسپی رکھتا ہے تو اسے ویدک اپنشد کو پیشِ نظر رکھنا ہوگا۔ یہ حکمت و دانائی کا منبع ہے؛ اسے فرانس کے پہلے باقاعدہ مشرق شناس آنکے توں ڈیپے غوں (Anquetil Dupperron) نے ۱۸۰۱ء میں لاطینی زبان میں ترجمہ کیا۔ یہ مقالہ بھی شمل کی دیگر تحاریر کی مانند منصور حلاجؒ کی عظمتوں کا معترف ہے اور یہاں ان کے شخصی، علمی اثرات کا اختصار سے جائزہ لیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں چشتی ادب، قادری سلسلے اور تصوف کے متوازی مقامی ادب کی نشوونما پر، شمل سیر حاصل گفتگو کرتی ہیں:

"With Bayazid Ansari, Pashto began to grow into an expressive literary language. His contemporaries Qadi Qadan in Sind (d. 958/1551) and Madho Lal Husayn in Lahore (d. 1001/1593) expressed their longing for the Divine beloved in short, touching verses in their mother tongues,

Sindhi and Punjabi, respectively. They used, as most Sufis in the vernaculars did, Indian poetical forms."[35]

شمل کی جانب سے اس امر کی بھی صراحت کی گئی کہ کسی اور زبان میں نبی اکرم ﷺ کو ان کے مقامی اختصاص کے ساتھ اس طرح سے نہیں پکارا گیا جس طرح مقامی گیتوں اور ہند فارسی ادب میں آپ' مکی' اور' مدنی' ایسے القابات سے موسوم ہوئے۔ مولانا جلال الدین رومیؒ کا بھی حوالہ دیا گیا جن کی مثنوی بنگال میں پندرھویں (۱۵)صدی عیسوی میں تواتر سے پڑھی گئی اور یہ ان کا اثر تھا کہ شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ نے 'شاہ جو رسالو' کو ان کی مثنوی کی ساخت پر مرتب و تالیف کیا۔

اسلام اور برصغیر کے موضوع پر شمل کی ایک اہم کتاب *ISLAM IN THE INDIAN SUBCONTINENT* قارئین کی توجہ اپنی توجہ مبذول کراتی ہے۔ یہ پہلی بار ۱۹۸۰ء میں جرمن اور انگریزی زبانوں میں لیڈن (ہالینڈ) سے E.J.Brill کی جانب سے شائع ہوئی۔ راقم کے پیشِ نظر اس کی وہ اشاعت رہی جو سنگِ میل پبلی کیشنز کی جانب سے ۲۰۰۳ء میں سامنے آئی۔ کتاب، مسلم معاشرت سے متعلق بہت سے اہم موضوعات کا احاطہ کرتی ہے اور قارئین تک مختلف النوع معلومات بہم پہنچاتی ہے؛ مثلاً بابِ دوم جو آزاد ریاستوں کے عہد اور شیعہ اسلام کی نشو و نما سے متعلق ہے میں شمل مالوہ کی خود مختاری اور پٹھان طرزِ تعمیر کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے گجرات، سومنات، غزنہ کے محمود، منصور حلاجؒ، عرب آبادکاری اور ایران کی فتح کے نتیجہ میں پارسیوں کا ہندوستان میں ورود، ان سب کی تفصیل فراہم کرتی ہیں۔ کاٹھیاواڑ کے معروف مندر 'سومنات' کی بابت محمود غزنوی کی مہم جوئی کا ذکر کتبِ تاریخ میں بکثرت ہے تاہم وہاں قائم ہونے والی ایک مسجد سے متعلق ذیل کا اقتباس دلچسپی سے خالی نہیں:

"Even more importantly, the mosque in Somnath, dated 1264, contains an inscription in Arabic and Sanskrit which deals, inter alia, with the donation for the shab-I barat (15. Sha`ban) and gives orders to send the surplus of incoming money to the holy cities. It can be assumed that the builders of these mosques belonged, as well as the Arabs settling along the Westcoast, to Shafiite madhhab."[36]

گجرات کے بارے میں شمل تغلق عہد کے خاتمہ اور گورنر مظفر خان کی خود مختاری (۱۴۰۷ء) کے اعلان اور دیگر تاریخی امور مندرج کرتے ہوئے بتاتی ہیں کہ حکومت کرنے کا مذہبی جواز مصر کی خلافتِ عباسیہ کے تفویض کردہ اختیارات سے حاصل کیا جاتا ہے اور اس ضمن میں فروری ۱۴۱۱ء میں باقاعدہ مسند نشینی عطا ہوتی ہے۔[۳۷]

فنِ خطّاطی کے موضوع پر شمل کی ایک اہم کتاب بعنوان *CALLIGRAPHY AND ISLAMIC CULTURE* دیکھی جاسکتی ہے جو پہلی بار نیویارک یونیورسٹی کی جانب سے ۱۹۸۴ء میں شائع ہوئی؛ دیگر متعدد کتب کی مانند یہ بھی ان کے دیے گئے مُحاضرات کا حاصل ہے؛ اور یہ ان کی خوش قسمتی اور مسلسل کام کرنے کی جستجو تھی کہ انھوں نے بہت سے مواقعوں پر جو گفتگو کی وہ آج کتابی صورت میں اقوامِ عالم سے دادِ تحسین حاصل کر رہی ہیں۔

۱۹۷۹ء میں ان سے خطاطی کے موضوع پر گفتگو کرنے کی درخواست کی گئی جو انھوں نے خوشدلی سے قبول کی اور ۱۹۸۲۔۱۹۸۱ء میں متذکرہ موضوع پر لیکچر دیے۔ شمل مسلم خطاطی کی دلدادہ تھیں اور ان کی متعدد تحریریں اس امر کو دال ہیں۔ ابتداً خطِ کوفی سے جدید عہد تک کی خطاطی، جن مراحل سے گزر چکی ہے قریباً وہ سب شمل کے پیشِ نظر تھے۔ یہ لیکچرز 'کیوریکن فاؤنڈیشن' (KEVORIKAN FOUNDATION) جو نیورک یونیورسٹی کا ایک اہم علمی مرکز ہے کی جانب سے دیے گئے۔ شمل کی جانب سے یہ صراحت موجود ہے کہ ان محاضرات کو رسمی انداز میں پیش کیا گیا البتہ یونیورسٹی میں موجود ڈیجیٹل میڈیا کے وسیلہ سے مختلف رنگوں کی سلائڈ کا استعمال ہوا۔ ترکی الفاظ کی بابت جدید ترکی لہجہ کو فوقیت دی گئی۔ سنین عیسوی اعتبار سے ترتیب دیے گئے البتہ جہاں کہیں ہجری تاریخ کا مذکور ہونا ناگزیر محسوس ہوا تو اسے رقم کرنے میں تامل نہ کیا اور درست طور پر لکھنے کا جتن ہوا۔ خطاطی کی جملہ صورتوں اور اس کے مختلف ادوار کی بابت گفتگو کرتے ہوئے شمل یہ واضح کرتی ہیں کہ یہ حضرت علیؓ ابن ابی طالبؓ تھے جو خطِ کوفی کے موجد تھے:

> "It seems, however, that Kufa was indeed one of the important centers for the art of writing, and the political connection of Ali ibn Abi Talib with the city accentuates the generally maintained claim that Ali was the first master of calligraphy. Later generations ascribe to him the invention of the 'two horned alif' which may be the shape found in early inscriptions and called ' split arrowhead alif."[38]

سلطان علی مشہدی (۱۵۲۰۔۱۴۵۳ء) جو خطِ نستعلیق کے بڑے استاد تھے کی بابت شمل کا یہ کہنا ہے کہ وہ اپنی خطاطی کے شہرہ کا سبب نامِ نامی جناب 'علیؓ' کو قرار دیتے تھے۔

زبانِ عربی کا پہلا چھاپہ خانہ اٹلی اور پھر ہالینڈ میں قائم ہوا؛ تاہم عیسائی عناد کے باعث، اسلامی دنیا میں یہ چھاپہ خانے زیادہ فروغ نہ حاصل کر سکے۔ مشرقی کوفی خط، کاغذ اور اسی خط میں قرآن لکھنے کی بابت شمل کی یہ رائے اہمیت کی حامل ہے:

> "The first known example of Eastern Kufi is dated 972. Eastern Kufi Korans belong to a period when art of the book had developed considerably, mainly because of the introduction of paper in 751, and are frequently written on paper instead of vellum; the vertical format used for profane works was adopted also." [39]

اسلامی ناموں سے متعلق ایک اہم اور منفرد کتاب بعنوان *ISLAMIC NAMES* دستیاب ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ شمل مسلم اسمأ کی بابت خاص دلچسپی رکھتی تھیں اور اس ضمن میں ان کا ترکی میں قیام اہمیت کا حامل ہے۔ ایک جدید مسلم معاشرہ میں بیٹوں، بیٹیوں کے نام رکھنے میں جو احتیاط رکھی جاتی ہے اسے شمل بغور دیکھ رہی تھیں اور خود ان کا نام ترکی میں 'جمیلہ ' رکھا گیا، بعض نزدیک کے ملنے والے اُنھیں اِس نام سے بلاتے رہے۔ یہ کتاب جسے سنگِ میل پبلی کیشنز نے ۲۰۰۵ء میں لاہور سے شائع کیا پہلی بار ایڈن برگ یونیورسٹی پریس کی جانب سے ۱۹۹۵ء میں شائع ہوئی۔

کتاب کے جملہ ابواب میں تنوع موجود ہے؛ مثلاً باب اوّل، نام کی ساخت یعنی اسم، کنیت، نسب اور لقب کو گفتگو کا حصہ بناتا ہے۔ بابِ دوم اُن بچوں کے اسماء پر مشتمل ہے جو بروز جمعہ پیدا ہوئے۔ بابِ سوم مذہبی نام اختیار کرنے اور خدا سے مدد حاصل کرنے اور بابِ چہارم خصوصی طور پر بیٹیوں کے نام امہاتؓ المومنین کے اسمائے مقدسہ پر رکھنے سے متعلق ہے۔ بابِ پنجم اسد، چاند اور گلاب کے پھولوں کا عنوان لیے ہوئے ہے اور اس میں عرف اور القاب سے متعلق گفتگو موجود ہے۔ بابِ ششم کا موضوع بھاری بھرکم نام رکھنے اور پھر انھیں تبدیل کرنے سے متعلق ہے، غرض یہ وہ بوقلمونی ہے جو کتاب کے مطالعہ کو سزاوار ہے۔

بابِ چہارم میں، شمل مسلم معاشروں میں جنم لینے والی ان بیٹیوں کی بابت گفتگو کرتی ہیں جن کی پے در پے پیدائش ان کے والدین کے لیے زحمت کا موجب ہے، اوراس دُختر بیزاری میں کوئی ایک علاقہ یا جغرافیہ شامل نہیں:

> "But what is to be done when Fate gives a family one daughter after another? The fourth girl could simply be called Rabi'a 'fourth', and the following might also be numbered. But there are more eloquent expressions of disappointment: one may call a girl Kifaya 'Sufficience' (Yemen) or Kafi, 'enough', Khatima, 'Finis!' (Tashqurghan), Haddi, 'Stop!' (Tunis), Seddena, 'may we be done (with the girls)' (Bedouin); Done, turn over (to sons)', Gidi, 'Off with you!' or Yeter, 'Enough!' in Turkey. In the Egyptian countryside the Eight daughter of a family was called 'Ud wa'skut', 'Count and be quiet!', and in a Persian tale the parents' sigh Allah bas, 'God (it is) enough' became poor girls name. Dukhtrabus ' enough Daughters' or Hamin bas 'enough of Such ones' still occurs in Iran, as does Nakh asteh, 'unwanted'."[40]

یہ سب کچھ مسلم معاشروں تک ہی محدود نہیں بلکہ دیگر ثقافتوں اور مذاہب کے ماننے والوں کے ہاں بھی اس دختر بیزاری کے قوی آثار ہمیشہ موجود رہے ہیں۔ ہمارے پڑوسی ملک بھارت میں، کچھ ہی عرصہ قبل، قریباً ۲۸۵ لڑکیوں کے نام تبدیل کرنے کی ایک تقریب کا اہتمام ہوا، جس میں ان کو دیے گئے ناپسندیدہ ناموں سے چھٹکارہ دلایا گیا؛ یعنی ان بدقسمت لڑکیوں کو ان کی پیدائش کے موقع پر ایسے نام دیے گئے جن سے بیزاری اور برأت کا اظہار ہوا۔ غرض ہندی میں 'Nakushi' ایسے الفاظ 'ساوتری' اور 'وشالی' میں تبدیل کیے گئے۔

شمل سولھویں صدی عیسوی میں جہاں مغل خواتین کے ناموں کی بابت بہت سی اہم معلومات کا تبادلہ کرتی ہیں وہیں وہ ترکی اور افغانستان میں مختلف پھولوں کی نسبت رکھے گئے نام بھی گنواتی ہیں جو دلچسپی سے خالی نہیں۔ اس سے پھولوں کا اک جہانِ نو وجود ہوتا ہے۔ نوع نوع کے پھول اپنے خواص کی بنیاد پر خواتین کے ناموں کے لیے منتخب ہوئے اور انھیں شخصی شناخت کا خوبصورت حوالہ بنانے کی شعوری کوشش موجود رہی:

> "Among the Mughal ladies of sixteenth-century India, one finds Gulbadan 'rose-body', Gulrukh,

> Gulru, Gul'adhar, 'rose-face', Gulbarg, 'rose-petal', Gulrang, 'rose-coloured', Gulshan and Gulistan 'rosegarden', Gul-I ra'na, 'lovely rose'. Among modern Turks we encounter, besides the names just mentioned, Guldali, 'rose-twig', Gulfiliz, 'rose sprout', Gulseren, 'spreading roses', Gulcin, 'gathering roses', Gulbahar, 'rose-spring', Gulbun, 'rose root', Gulperi, 'rose fairy' and even Ozgul, 'the self [is] a rose'. Charming also are Baghda gul, 'rose in the garden' and Yurdagul, 'a rose for the country'….."[41]

فارسی شاعری کی تمثال کاری کی بابت ایک کتاب بعنوان- *A TWO COLOUR BROCADE- THE IMAGERY OF PERSIAN POETRY* شمل کی کتب میں نمایاں مقام رکھتی ہے۔ یہ کتاب بھی شمل کی دیگر کتب کی مانند ان کے محاضرات کا حاصل ہے جو قریباً دو عشروں تک ہاورڈ یونیورسٹی میں پیش کیے جاتے رہے۔ یہ پہلی بار یونیورسٹی آف نارتھ کیرولائنا پریس کی جانب سے ۱۹۹۲ء میں شائع ہوئی۔ پاکستان میں سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور کی جانب سے ۲۰۰۴ء میں مطالعہ کے لیے پیش کی گئی۔

شمل کے یہ محاضرات، درحقیقت ہاورڈ یونیورسٹی کے ان طلبا کے لیے تھے جو فارسی ادب سے نابلد تھے چنانچہ ان طلبا کی شعری تربیت کے لیے ایک بھرپور ادبی پس منظر کی پیش کش مناسب خیال کی گئی۔ شمل ہاورڈ میں منٹ رائس(MINUTE RICE)اسکالر شپ کے لیے منتخب ہوئی تھیں اور ان کی اہم ذمہ داریوں میں مطالعۂ غالبؔ اور ان کے شعری تراجم تھے۔ غرض فارسی زبان وادب کا قریباً ایک ہزار برس کو محیط یہ علمی، تفہیمی بیانیہ نوواردانِ دانش گاہ کے لیے ایک غیر معمولی تجربہ تھا جسے کمال صراحت سے شمل نے پیش کیا؛ اس لیے عام سہل انداز پر جملہ شعری و فکری نکات کی تسہیل اور توضیح کے لیے انھیں ایک مبتدیانہ اسلوب اختیار کرنا پڑا۔ یہ وہ غالب اسباب ہیں کہ کتاب کے جملہ مبادیاتی ابواب میں فارسی شاعری کے ناگزیر روایتی عناصر قافیہ ردیف، بیان کے جملہ قوانین، تاریخ، ادب اور اساطیر کے ساتھ قرآنی موضوعات، اسلام کے بنیادی ارکان، شرائط، عقائد و نظریات، ترک اور ہندو، شعری جغرافیہ، پرندوں کی زبان، فلک، صبا، سمندر، نوع نوع کی مخلوقات، چرند پرند، اَجساد، خطاطی ، ابجد، فن موسیقی، ضیافتیں، تقریبات، درباری مشاغل، وقت گزاری، حقیقت اور خواب غرض ایسے تمام امور زیرِ بحث لائے گئے یا ان سے تعارض برتا جو کسی نہ کسی حوالہ سے تفہیمِ شعر میں معاون ہیں۔

شمل کے لیکچر اول اول ان کی جرمن کتاب جو ۱۹۸۴ء میں بعنوان STERN UND BLUME شائع ہوئی میں شامل تھے۔ یہ عنوان جرمن رومانوی شاعر CLEMENS MARIA BRENTANO (1778-1842) کے ایک مصرعہ سے لیا گیا ہے۔ کتاب کے تعارف میں شمل ایرانی مسجد کی رنگا رنگ اینٹوں کی بابت انتہائی متاثر کن گفتگو کرتی ہیں:

> "One may think of the colorful tiles in Persian mosques, which look different at every hour of the day and are often reflected in little ponds, where their mirrored images assume still other colors to delight the patient spectator."[42]

کتاب کے تعارف میں شمل حافظ شیرازی کے پہلے آسٹرین مترجم JOSEPH VON HAMMER-PURGSTALL (1774-1856) اور انگریزی زبان میں ترجمہ کرنے والے معروف برطانوی مستشرق A.J.ARBERRY (1905-1969) کے حوالہ سے بات کرتے ہوئے یہ واضح کیا کہ حافظ کی شاعری بعینہ کسی دوسری زبان میں منتقل کرنا آسان نہیں۔ اسی پیرائے میں شمل یہ بھی بتاتی ہیں کہ لاطینی زبان میں حافظ کی چند نظموں کا ترجمہ پہلی بار سر ولیم جونز (۱۷۴۶۔۱۷۹۴) اور COUNT REVITZKY نے بالترتیب ۱۷۷۱ء اور ۱۷۷۴ء میں کیا؛ تاہم یہ HAMMER-PURGSTALL تھے جنھوں نے دیوان کا مکمل ترجمہ ۱۸۱۲۔۱۸۱۳ء میں کیا اور جرمن زبان بولنے والوں کو حافظ سے متعارف کرایا، اور یہی وہ مُترجَم کاوش تھی جو گوئٹے کے دیوانِ مغرب کی تالیف کا سبب بنی جس میں انھوں نے حافظ اور دیگر فارسی شعراء کی خلّاقانہ اہلیت کو بطریقِ احسن پیش کیا۔ علاوہ ازیں رکرٹ (RUCKERT 1788-1866) اور السیندرو بوسانی (ALESSANDRO BAUSANI 1921-1988) کی اہمیت بتاتے ہوئے پراگ میں اردو کے فروغ کی بابت اہم معلومات بہم پہنچائیں؛ وہ بی تھوون (Beethoven) سے مولانا رومؒ اور موزارٹ (Mozart) سے حافظ کا موازنہ کچھ یوں پیش کرتی ہیں:

> "To me, the verse of Hafiz has the same transparent beauty and harmonious perfection that Mozart's music has, and in Rumi I feel the same pressing, searching power as in Beethoven."[43]

معروف اسماعیلی داعی، شاعر اور صوفی ناصرِ خسرو کے دیوان سے منتخب کلام اور اس کے تعارف میں شمل کا مطالعاتی کام بعنوان MAKE A SHIELD FROM WISDOM-SELECTED VERSES

THE INSTITUTE OF ) اسماعیلی ادارہ ( FROM NASIR-I KHUSRAW'S DIVAN ISMAILI STUDIES-LONDON) کی معاونت اورI.B.TAURIS کی جانب سے نظر ثانی اشاعت ۲۰۰۱ء میں ممکن ہوئی جبکہ پہلی بار یہ کتاب ۱۹۹۳ء میں KEYGAN PAUL INTERNATIONAL LTD. کی جانب سے شائع ہوئی۔ شمل نے اسماعیلی مکتبۂ فکر کے باہم اشتراک سے ایک سے زائد علمی منصوبوں پر کام کیا اور ان کی یہ علمی کارگزاری بھی ایک طرح سے مذکورہ مکتب کی علمی و ادبی کاوشوں کی تشہیر کی ایک صورت ہے جو لائقِ ستائش ہے۔ اس کتاب میں ناصرِ خسرو بحیثیت شاعر، شاعری کے جملہ مندرجات اور منتخب نظموں کا تعارف بہتر انداز پر پیش کیا گیا ہے۔ شمل معروف برطانوی مستشرق براؤن E.G.BROWNE 1862-1926) کے حوالہ سے اپنے ممدوح کو شاندار خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے یہ بتاتی ہیں کہ سادگی، حصولِ علم، اخلاص، عقیدے کی پاسبانی، بے خوفی، جرأت، خوشامدیوں اور وقت گزاری کرنے والوں کی مذمت کرنا یہ وہ جملہ اختصاصات ہیں جو کسی اور فارسی شاعر کے ہاں یکجا نظر نہیں آتے۔ ناصرِ خسرو پر مغرب میں جو مؤقر کام ہوا، اس کی بابت شمل کچھ یوں گویا ہیں:

> "The work of the Persian author in both its philosophical and poetical aspects has been known in the West for more than a century. Around 1880, one observes an increasing interest in his writings: Hermann Ethe's edition and German verse translation of the Rawshana i nama in the Zeitschrift der Deutschen Morgenlandischen Gesellschaft 1879 and 1880 should be mentioned as the first major attempt to understand Nasir i Khusraw; this study was followed by E.Fangan's translation of the Saadatnama, again in 1880 in the same scholarly journal. Ethe himself published some translations of qasidas in the year 1882."[44]

شمل اپنے ممدوح کی جنم بھومی اور ان کی پیدائش کی بابت بات کرتے ہوئے ان کی جملہ تصانیف کا تعارف بھی احسن انداز پر پیش کرتی ہیں؛ علاوہ ازیں اسماعیلی مکتب، ابوالاعلیٰ معرّی، تذکرہ دولت شاہ اور ابوالحسن خرقانیؒ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے اس تاریخی حقیقت کی جانب توجہ مبذول کراتی ہیں کہ یہ فاطمینِ مصر تھے جنھوں نے ۹۷۰ء کے لگ بھگ جامعۃ الازہر کی بنیاد رکھی اور جو آج سنّی مکتبہ فکر کی فقہی اور علمی ضرورتوں کی اہم دانش گاہ ہے:

"The Fatimids finally wrested Egypt from the Ikhshidids, the semi-independent viceroys of the Abbasids, and founded the city of Cairo, whose very name al-Qahira al-Mu izziyya, 'the vanquishing (city) of Mu 'izz', points to its importance. Al-Mu 'izz, the first Fatimid caliph of Egypt, set up a strong rule, and soon the famous alAzhar, mosque and theological school, was founded to grow into one of the most important universities in the Middle East. It was converted into a Sunni theological school two centuries later, after the Fatimid rule had been replaced, in 1171, by the Sunnite Ayyubids."[45]

مغل سلطنت کی بابت ایک اہم کتاب بعنوان *THE EMPIRE OF THE GREAT MUGHALS-HISTORY, ART AND CULTURE* سامنے آتی ہے جس کے مترجم CORINNE ATTWOOD ہیں اور اس کے مرتب BURZINE K.WAGHMAR ہیں۔ یہ کتاب پہلی بار معروف جرمن اشاعتی ادارے Verlage C.H.Beck کی جانب سے ۲۰۰۴ء میں شائع ہوئی۔ راقم کے زیرِ مطالعہ کتاب ۲۰۰۵ء میں سنگِ میل پبلی کیشنز کی جانب سے شائع ہو چکی ہے۔ کتاب کے تعارف میں فرانسس روبنسن (FRANCIS ROBINSON) شمل کو شاندار خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ کسی اور اسکالر کی جانب سے مغل عہد کی ثقافتی فتوحات کا اس قدر جامع مطالعہ پیش نہ ہوا جو شمل کے حصہ میں آیا۔ کتاب کے جملہ نو ابواب تاریخی تعارف سے آغاز کرتے ہوئے دربار، شہنشاہت، مذہب، خواتین در دربار، ایک مرزا کی زندگی، زبان و ادب اور آرٹ ایسے موضوعات کا کامیابی سے احاطہ کرتے ہیں۔ کتاب کا باب ہفتم 'حیاتِ مرزا' سے متعلق ہے۔ اس میں مرزا قوم کی طرزِ بود و باش، نشست و برخاست اور آداب و اکرام کی بابت اہم معلومات مندرج ہیں؛ یہاں تک وہ لباس بھی مذکور ہیں جنھیں ان کے ہاں معمول کے مطابق پہنا جاتا تھا۔ مرد حضرات کو کن چیزوں کا خیال رکھنا ہے، کن عادات و اطوار کا مالک ہونا چاہیے اور زندگی کو کس رنگ ڈھنگ سے گزارنا ہے غرض ہر چھوٹی بڑی شے کی تفصیل موجود ہے:

"The mirza should be a lover of flower; however only on very exceptional occasions should he place in his turban a rose he had picked himself. When bathing, he should use one brush for his body and

another for his feet, and his attendant should not have a beard (so that no hairs fall upon him). The mirza should wear rings of rubies, emeralds, turquoise and carnelian, as each of these stones has its own characteristics; however rubies, according to the second Mirzanama, are to be preferred above all other stones."[46]

باب ہشتم زبان و ادب سے متعلق ہے، اور شمل یہ واضح کرتی ہیں کہ مغل دورِ حکومت میں، ادب کی تمام سطحیں، شاعری سے معروف صوفیانہ کلام اور اعلیٰ درجہ کی نثری تخلیقات سے تاریخیت تک کے جملہ موضوعات کا کمال دلنشیں انداز میں احاطہ کیا گیا۔ اس باب کا وصف یہ ہے کہ اُس عہد کی قریباً تمام بولی جانے والی اہم زبانوں کے بارے مبحث موجود ہے۔ یعنی عربی، ترکی، سنسکرت، ہندی، فارسی، پشتو، سندھی، پنجابی، اردو، براج، پوربی وغیرہ کا ذکر بصراحت توجہ مبذول کراتا ہے۔ شمل نے اردو کی آبیاری میں زِینت النساء مسجد کا ذکر خاص طور سے کیا:

"Khan-I Arzu (died 1756) being chiefly responsible for establishing the 'rules' of the nascent literary tradition. The poets gathered…. in a small mosque, the Zinatal-masjid in Delhi, which had been constructed under the auspices of Aurangzeb's daughter Zinat un-nisa, who unlike her sister Zib un-nisa, Aurangzeb's other daughter, did not compose Persian lyrics. However, the mosque she established played a vital role in the establishment of Urdu literature."[47]

مولانا رومؒ جو شمل کی اسلام اور مسلم تصوف سے گہری وابستگی کی اساس ہیں کی بابت ایک جامع اور منفرد مطالعہ بعنوان I AM WIND, YOU ARD FIRE–THE LIFE AND WORK OF RUMI کو خاص طور سے دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۹۹۲ء میں اشاعتی ادارہ شمبھالہ، بوسٹن کی جانب سے شائع ہوئی اور یہ ان کی پیش کردہ جرمن کتاب *ICH BIN WIND UND DU BIST FEUER* کا ترجمہ نہیں۔ کتاب کے آغاز میں دی گئی خطاطی شمس انوری کی ہے اور کتاب کا موضوع مولانا کی زندگی اور ان کے بسیط فکری کمالات کو نمایاں کرنا ہے۔ ہم بخوبی جانتے ہیں کہ دینِ اسلام کی سربر آوردہ شخصیات جن سے شمل اِک گونہ انسیت رکھتی ہیں میں مولانا رومؒ سرِفہرست ہیں۔ چنانچہ یہی سبب ہے کہ اس ایک واحد موضوع پر شمل کی متعدد کتب کو جانچا جا سکتا ہے۔ یہ مذکورہ کتاب بعینہٖ سنگِ میل پبلی کیشنز کی جانب سے بعنوان *RUMI'S WORLD-*

*THE LIFE AND WORK OF THE GREAT SUFI POET* سن ۲۰۰۳ء میں شائع ہو چکی ہے اور اس بابت صراحت بھی موجود ہے۔ دونوں کتب کے ابواب ایک سے ہیں۔ یہاں تک کہ صفحات کی تعداد میں بھی رد و بدل نظر نہیں آتا۔ شاید کتاب کی تشہیر اور اس کی فروخت کے معاملات آڑے آنے کے سبب اس کا صدر عنوان تبدیل کیا گیا۔ تاہم کچھ بھی کہیں، مولانا رومؒ کی بابت یہ ایک لائقِ ذکر تفحص ہے اور اس سے پیشتر ہمیں ایک اور اہم مطالعہ بعنوان THE TRIUMPHAL SUN-A STUDY OF THE WORKS OF JALALODDIN RUMI نظر آتا ہے جس کے حوالہ سے مناسب مقام پر گفتگو رقم ہو چکی ہے۔ غرض یہ ایک پے درپے علمی سلسلہ ہے جسے شمل نے قائم رکھا اور مولانا کی بابت پر شکوہ تحقیقی روایت کو فروغ حاصل ہوا۔

شمل اپنی سوانح میں انتہائی محبت اور شیفتگی سے مولانا رومؒ کے مزار پر حاضری اور دورانِ سفر معجز نما کیفیات کا ذکر، ایک سے زائد بار کرتی ہیں کچھ یہی رنگ یہاں بھی موجود ہے:

> "I used to travel the road from Ankara to Konya often, and now whenever I speak of it I think of that Anatolia of the 1950s, before the boom in building and modernization began; it was a time when one still felt much closer to Maulana's own age, the thirteenth century, when every step on the road was so to speak a step on a spiritual pilgrimage. Every stone, every tree seemed to translate Rumi's message into its own silent language for those who had eyes to see and ears to hear."[48]

شمل کی آپ بیتی *Orient and Occident- My life in East and West* پہلی بار ۲۰۰۷ء میں سامنے آئی جبکہ موضوعِ بحث کتاب قریباً پندرہ برس قبل ۱۹۹۲ء میں شائع ہوئی۔ غرض یہ عشق و انسیت کا ایک ایسا والہانہ لگاؤ تھا جس کی شمل عمر بھر اسیر رہیں۔ مولانا کو جن نامور مستشرقین نے مغرب میں متعارف کرانے کی مقدور بھر کوشش کی ان میں شمل کا نام اس اعتبار سے ممتاز رہے گا کہ یہ ہستی شمل کے لیے محض ایک علمی اور تحقیقی مرکزہ کی حیثیت نہ رکھتی تھی بلکہ عرفانِ ذات اور قلبِ ماہیّت کا وسیلہ بھی تھی اور یہ آموختہ وہ لوئی میسی یوں سے حاصل کر چکی تھیں۔ مولانا رومؒ کی درست سمت میں پہچان اور ان کے شخصی، علمی مقام کی بابت یہ کتاب کسی مکاشفے سے کم نہیں۔

کتاب کے باب سوم میں شمل نے مولانا رومؒ کے جملہ استفادات کو انتہائی دقت سے نمایاں کیا ہے اور مشرق و مغرب کے قاری کو ان گوشوں سے متعارف کرایا جو عموماً جذباتیت اور عقیدت کے غلبے تلے گمنام رہتے ہیں۔

متنبی کے شاندار قصائد، مقاماتِ حریری، ابوالفرج اصفہانی کی کتاب الاغانی جسے شمل *THE BOOK OF SONGS* کہتی ہیں، رودکی کی مثنوی کلیہ و دمنہ، ابو حامد الغزالیؒ، خاقانی، انوری، سنائیؒ اور فریدالدین عطارؒ ایسی شخصیات مولانا کے شعری افکار پر گہرے اثرات مرتسم کیے ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض اکابر ایسے بھی ہیں کہ جن کے وسیلہ سے مثنوی میں مختلف کہانیاں بیان ہوئیں مثلاً الغزالیؒ کی احیاءعلوم الدین جن کی بابت مولانا نے کبھی اعتراف نہ کیا۔[۴۹]

مولانا نے اپنی شاعری کے ضمن میں اس امر کا بھی اعتراف کیا کہ اوزان اور بحور کے سبب بیشتر گفتگو تشنہ رہ گئی اور اس بے بسی کو شمل نے کمال مہارت سے نمایاں کیا:

> "But the enraptured mystic sometimes complains of the fetters of meter and form, and there are verses-probably from the earliest period-in which he simply fills a line with the traditional Arabic catchwords for meters, fa ilatun mufti ilun, or fa ilatun failatun, and he may sigh, 'This fa ilatun mufti ilun has killed me,' or he says in an Arabic ending:
> My friends and physician fills the cup-leave
> The fa` 'ilun mufti 'ilun and fa` 'ilatun and fa 'l
> Elsewhere, he sighs:
> Half a ghazal remained unspoken in my mouth
> But alas, I have lost head and foot!"[50]

علاوہ ازیں شمل نے مثنوی کا فارسی متن اور اس کا انگریزی ترجمہ بھی پیش کیا اور اُن جملہ مضامین، استعارات، تلمیحات اور تکنیکی خصائص کی بابت توجہ مبذول کرائی ہے جو مولانا کی شعری کائنات کے اہم اجزا ہیں۔ ان کی غزل کے بارے میں شمل کا یہ کہنا ہے کہ ان میں زندگی کا بھرپور، پرلطف تجربہ موجود رہتا ہے اس لیے وہ صناعی یا مہارت نہیں ملتی جو حافظ اور جامیؔ کی تراشدہ ہیرے کی مانند غزلوں میں مشاہدہ کی جاسکتی ہے۔[۵۱]

شمل کے شعری تراجم میں بعض جگہوں پر تسامحات نظر آتے ہیں جن کی بابت ڈاکٹر تحسین فراقی بالتفصیل اپنے ایک اہم مضمون" این میری شمل بحثیت غالب شناس۔۔۔چند معروضات "میں کر چکے ہیں؛ یہاں بھی کچھ ایسی ہی صورتحال کا سامنا ہے تاہم بخوفِ طوالت،

راقم ان کا اعادہ مناسب نہیں جانتا۔

## حواشی:

1. Schimmel, *Annemarie. Mystical Dimensions of Islam* (Lahore: Pakistan: Sang-E-Meel Publications, 2003. Print). P. xvii
2. Ibid. P. 25
3. Ibid. P.27
4. Ibid. P.41
5. Ibid. P.61
6. Ibid. P.70
7. Ibid. P.78
8. Ibid. P.93
9. Schimmel, Annemarie. *And Muhammad Is His Messenger: The Veneration of the Prophet in Islamic Piety* (Lahore, Pakistan: Sang-e Meel Publications, 2008. Print). P.6
10. Ibid. P. 7

۱۱۔ محمد بن عیسیٰؒ ابو عیسیٰؒ ۔جامع ترمذی، جلد دوم (لاہور: اسلامی اکادمی، س۔ن)، ص ۲۳۷

۱۲۔ محمد مہدی، فاسی، امام، علامہ۔مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات (لاہور: نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، جون ۲۰۰۰ء طبعِ اول)، ص ۴۶۵

13. www.hawzah.net/fa/magazine/view/4693/4714/37587/
14. Schimmel, *Annemarie. And Muhammad Is His Messenger: The Veneration of the Prophet in Islamic Piety*. P. 130
15. Schimmel, *Annemarie. Deciphering the Signs of God: A Phenomenological Approach to Islam*. Lahore, Pakistan: Sang-E-Meel Publications, 2006. Print. Preface
16. Ibid. Introduction.
17. Ibid. p. 51, 52
18. Schimmel, Annemarie, and Abdoldjavad Falaturi. *We Believe in One God: The Experience of God in Christianity and Islam* (London: Burns & Oates, 1979. Print). P.155

19. Ibid. P.159,160
20. Schimmel, Annemarie. *The Triumphal Sun: A Study of the Works of Jalaloddin Rumi*. (London: East-West Publications, 1980.Print). Preface
21. Schimmel, Annemarie. *Aspects of Mevlana 1971* (Ankara: Guven Matbaasi, 1971. Print). P.5
22. Ǧalāl-ad-Dīn, Rūmī, *Ingrid Schaar, and Annemarie Schimmel. Look! This Is Love: Poems of Rumi. Boston* (U.A.: Shambala, 2003. Print). P.9
23. Ibid. P. 18, 19
24. Schimmel, Annemarie, and Javad Nūrbaḫš. *Nightingales Under the Snow*. (London: u.a.: Khaniqahi Nimatullahi Publ, 1997. Print). P. 20
25. Schimmel, Annemarie, and Susan H. Ray. *My Soul Is a Woman: The Feminine in Islam* (New York: Continuum, 1997. Print). P.22, 23
26. Ibid. P.20
27. Schimmel, *Annemarie. As Through a Veil: Mystical Poetry in Islam* (Oxford: One world, 2001. Print). P. ix
28. Ibid. P.6
29. Ibid. P.172
30. Schimmel, Annemarie. *Islamic Literatures of India*. (Wiesbaden: O. Harrassowitz, 1973. Print). P.7
31. Ibid.
32. Schimmel, Annemarie. *Sindhi Literatures*, (Wiesbaden: O. Harrassowitz, 1974. Print). P.2, 3
33. Schimmel, Annemarie. *Pearls from the Indus: Studies in Sindhi Culture*. (Jamshoro, Pakistan: Sindhi Adabi Board, 1986. Print). Foreword Top of Form
34. Ibid. P.02
35. Nasr, Hussain, Syed. *Islamic Spirituality-Manifestations*. (New York: Crossroad, 1987. Print). 366
36. Schimmel, Annemarie, *Islam in the Indian Subcontinent* (Lahore: Sang-e-meel Publications, 2003. Print). P.65
37. Ibid. P.66
38. Schimmel, Annemarie. *Calligraphy and Islamic Culture* (London: Tauris, 1990. Print). P.3
39. Ibid. P. 7
40. Schimmel, Annemarie. *Islamic Names*, (Lahore: Sang e meel publications, 2005. Print). P.42
41. Ibid. P.44, 45

42ـ Schimmel, Annemarie. *A Two-Colored Brocade: The Imagery of Persian Poetry*. (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2004. Print). P.03

43ـ Ibid. P.9

44ـ Naṣir-i, Khusraw, and Annemarie Schimmel, *Make a Shield from Wisdom: Selected Verses from Naṣir-I Khusraw's Dīvān* (London: I.B. Tauris, in association with the Institute of Ismaili Studies, 2001). P.1

45ـ Ibid. P.7

46ـ Schimmel, Annemarie, and Burzine K. Waghmar. *The Empire of the Great Mughals: History, Art and Culture* (Lahore: Sang-E-Meel Pub, 2005. Print). P.227

47ـ Ibid. P.257

48ـ Schimmel, Annemarie. *I Am Wind, You Are Fire: The Life and Work of Rumi*. (Boston: Shambhala, 1992. Print). P. 1, 2

49ـ Ibid.P. 36

50ـ Ibid.P.38

51ـ Ibid.P.45